اسرار رنگون

پہلا باب

سلیم والڈا
رخصت

اب تو جاتے ہین بت کدہ سے میر
پھر ملینگے اگر خدا لایا

"ہائین! کیا کہا؟ کیا سچ مچ تم کل چلے جاؤ گے" ہو (آنکھون مین آنسو ڈبڈبا آئے) "میری سب پیاری! خدا کے واسطے نہ روؤ!! کیا تم سے زیادہ مجھے تم سے چھوٹنے کا رنج نہین؟ مگر کیا کرون؟ .... مجبور ہون - والد کی مرضی یہی ہے کہ مین کل جہاز پر سوار ہو جاؤن"

"ہاے اللہ! مجھے تو بالکل صبر نہ ہو سکے گا - کیا تم سول سروس کا ارادہ فسخ نہین کر سکتے؟"

رنگون کی جٹی[له] نمبر ۵ کے مغربی و شمالی کونے مین غروب آفتاب کے قریب جہان ساحل کے ایکطرف بڑی دو رنگ جہازون کا دلکش نظارہ ہے اور دوسری طرف شہر والون اور کا خانگی بہم جمع سیر کرنے والون کی دلچسپی مین خلل انداز ہے - دو نوجوان کھڑے ہوئے باہم مندرجہ بالا

له جٹی لکڑی کی اوس عمارت کا نام ہے جو لب ساحل سمندر کے پانی مین اس غرض سے بنائی جاتی ہے کہ جہاز وہان آ کر مسافرون کو خشکی پر جانے کے لئے اتار سکین - وہ جہازون کا اسٹیشن اگر کہا جائے تو زیادہ مناسب ہوگا

گفتگو کر رہے تھے۔ دونوں مین سے جیسا کہ اوپر کی گفتگو سے معلوم ہوتا ہے ایک مرد ہے۔ ایک
عورت۔ مرد کا نام محمد سلیم ہے۔ اور فی الحال ہم اپنے ناظرین کا انھین حضرت سے تعارف کراتے
ہین سلیم کے والد دوست محمد پنجابی الاصل اور لودہیانہ کے باشندے تھے۔ اگرچہ شروع سلطنت
برطانیہ سے ہمیشہ گورنمنٹ کے خیرخواہ رہے تھے مگر غدر کی پرآشوب زمانہ مین بعض ایسے واقعات
پیش آئے جنکی بدولت دوست محمد کو اہل وعیال سمیت وطن کو خیرباد کہنا پڑا پنجاب سے صعوبات
سفر اٹھاتے بنگالہ اور وہان سے اکیاب وغیرہ ہوتے ہواتے برہما مین وارد ہوے چونکہ اسی کے
تھوڑے عرصہ بعد رنگون پر سلطنت انگریزی کا قبضہ ہوگیا۔ دوست محمد نے جزیرہ مرگوئی مین بود و
باش اختیار کی جہان اپنی قوت بازو کی بدولت آسودگی سے زندگی بسر کرنے لگے۔ اور وہین مسٹر سلیم
(جو دوست محمد کے چھوٹے بیٹے ہین) پیدا ہوئے۔ جب سلیم کی عمر چار سال کی ہوئی والدین نے
بسم اللہ کی تقریب نہایت دھوم دھام سے کی۔ اسکے بعد ہی دوست محمد کی عاقبت اندیشی اور زمانہ
شناسی اسکی مقتضی ہوئی کہ وہ گورنمنٹ سے معافی حاصل کرلے الغرض بڑی دوڑ دہوپ اور سعی
و سفارش کے بعد گورنمنٹ نے انکو پروانہ معافی عطا کیا اور وہ مرگوئی سے آکر خاص رنگون مین
سلیم کی تعلیم وتربیت کی ضرورت سے سکونت پذیر ہوئے چنانچہ سال پر سال گذرتا گیا۔ اور رفتہ
رفتہ سلیم کا تعلیمی شوق بڑھتا گیا غریب الوطن دوست محمد نے اپنے اوپر تمام دنیا کی مصیبتین برداشت
کین مگر سلیم کی تعلیم کا نہایت عمدہ انتظام کیا۔ سخت ناشکری ہوگی اگر سلیم کے دو بڑے بھائیون کا ذکر
نہ کیا جائے جنہون نے اپنے باپ کے ساتھ رات دن محنت کی اور سلیم کی تعلیم کے اخراجات پورے کرنے مین
اُسے مدد دی۔ سلیم ابتدا مین رنگون کے مشہور درس گاہ برادر زیائی اسکول مین تعلیم پاتا رہا۔
سلیم کی ذہانت چندان قابل تعریف نہ تھی۔ لیکن تحصیل علم کے شوق اور ہمت کی بلندی نے اُسے
مستقل مزاج، محنتی بنا دیا جسکا نتیجہ یہہ ہوا کہ اسکول کے تمام امتحانون مین برابر کامیابی سے

ہم آغوش رہا۔ انٹرنس پاس کرنے کے بعد سلیم رنگون کے گورنمنٹ کالج مین داخل ہوا۔ ایف اے
مین ایک سال اتفاقی ناکامیابی کیوجہ سے پانچ سال بعد اُسنے بی اے کی ڈگری حاصل کی۔ پھر جو
ایک سال دل لگاکر کوشش کی تو ایم۔ اے سکنڈ ڈیویزن مین پاس کیا۔ اسکے بعد عام طور پر گو یہ
خیال کیا جاتا تھا کہ سلیم رنگون مین کوئی اچھی ملازمت کرینگے۔ مگر سلیم کے والد اور بھائیون نے اپنی
ہمتون کا کمال یہہ دکھایا کہ سلیم کو سول سروس کے امتحان کے لئے ولایت بھیجنے کی تجویز کی اور باوجود
کمی سرمایہ کے ہمتین پست نہ کین۔ اس موقع پر مسٹر سلیم کے حلیہ و مزاج کا بیان بھی کسیقدر مناسب معلوم
ہوتا ہے۔ سانولا رنگ۔ کشیدہ قامت۔ متناسب الاعضا۔ شگفتہ اور بشاش چہرہ۔ پیشانی بلند و فراخ
لال لال ڈورے پڑے بڑی بڑی نشیلی آنکھین۔ ہنس مکھ و خوش مزاج۔ سیر چشم و بامروت۔

رنگون کالج مین لڑکون کے ساتھ لڑکیان بھی تعلیم پاتی ہین۔ چنانچہ اکثر دیکھا جاتا ہے کہ دو
تین سو لڑکون کے ساتھ دس پندرہ لڑکیان بھی کالج مین چلتی پھرتی نظر آتی ہین۔ جب سلیم کالج مین
داخل ہوا تو اس سال رنگون کے مشہور مالدار کرنل برون (پنشنر نمبر ۱۲ پنجابی) کی لڑکی بھی
اسکول کی تعلیم ختم کر کے اور کالج مین داخل ہو کر سلیم کی ہم سبق ہوئی۔ چند ہی روز بعد دیکھا گیا
کہ سلیم اور مس الڈا برون مین خاص اتحاد بڑھ رہا ہے۔ جماعت مین چالیس سے زائد طالب علم
تھے۔ الڈا ہمیشہ سلیم کے پاس آکر بیٹھتی اور اُسکے ساتھ رکر سبق یاد کرتی۔ اس معاملہ کی شہرت
کالج مین عام ہوگئی اور الڈا گھر سے اپنی خوبصورت لینڈ و لیٹ پر جسمین پانچ ہزار کی کمیت
جوڑی جتی رہتی تھی جب کالج آتی تو بعض دل چلے شوخ مزاج طلبا کی شہ پر دو چار شریر لڑکے
دوسری جانب مُنھ پھیر کر۔ گاڑی کے قریب سے گذرتے وقت مسٹر سلیم پکارا کرتے۔ اگرچہ ایسا
کرنا سراسر خلاف تہذیب ہے۔ مگر طالبعلمون سے تو شیطان نے بھی پناہ مانگی ہے۔ اس چھیڑ چھاڑ
سے سلیم کا فائدہ ہوا کہ الڈا نے سلیم سے اور بھی زیادہ ربط و ضبط بڑھالیا اسوقت الڈا کی

عمر سولہ برس اور سلیم کی اٹھارہ سال کی تھی۔ دونون مین پاک محبت تھی۔ کسی قسم کا برا خیال
دلمین نہ تھا۔ الڈا اول ایک امیر باپ کی بیٹی تھی اُسپر خوبصورتی سونے مین سہاگہ تھی اگرچہ
رنگ کسیقدر سانولا تھا مگر بلا کا نمک تھا۔ سیاہ بال۔ نرگسی آنکھین موزون قد۔ پھرتیلا بدن۔
شوخی و شگفتگی کے ساتھ نزاکت و لطافت سب باتین سلیم کے دل لینے کو کافی تھین۔ مگر الڈا جسقدر
امیر باپ کی بیٹی تھی۔ سلیم اُسیقدر غریب باپ کا بیٹا تھا۔ پھر وہ یہودی یہ مسلمان۔ چنانچہ ایکدن سلیم
جب الڈا کے عالیشان باغ کیطرف جا نکلا اور الڈا کے سائیس نے جلدی سے اپنی پرانی چارپائی
نکالکر بیٹھنے کے لئے دی تو سلیم کی خوشی کی کوئی انتہا نہ تھی۔ انکی ملاقات صرف کالج کی چاردیواری
تک محدود رہتی تھی۔ اور باتین صرف کتاب اور سبق کے متعلق مخصوص! دو سال گذر گئے
اور عجیب اتفاق ہوا کہ سلیم کے ساتھ الڈا بھی ایف۔ اے کے امتحان مین فیل ہو گئی
اس عجیب و غریب اتفاق سے اگرچہ ساتھی طالبعلمون نے کچھ اور ہی نتیجہ نکالا۔ مگر دراصل یہ
ایک اتفاقی بات تھی۔ ورنہ الڈا اور سلیم نے کسی طرح پڑھنے مین کوشش کم نہ کی تھی۔ اُس
ناکامیابی کے بعد کامل ایک سال دونون نے پھر کوشش کی اور ایف اے مین پاس
ہو کر یکجائی اے مین پڑھنا شروع کیا۔ بی۔ اے۔ مین دو سال اسی طرح آپسمین محبت و مودت
سے گذارے۔ اگرچہ ایک دوسرے کی الفت دونون دلون مین موجود تھی مگر ہر روز کی
چھ سات گھنٹہ کی ہمنشینی سے اُنھین یہ محبت محسوس نہ ہوئی۔ بی اے۔ دونون نے
تھرڈ ڈویزن مین پاس کیا۔ اسکے بعد کرنل بردن کا ارادہ تھا۔ کہ الڈا تعلیم کو آیندہ
بند کر دے مگر معلوم نہین کہ علمی مذاق کے سبب یا سلیم کا ارادہ معلوم کرکے الڈا نے
ایم اے کی ڈگری حاصل کرنیکا مصمم ارادہ کرلیا۔ اور اسکے والد نے بھی طوعاً و کرہاً
اجازت دیدی۔ اس طرح سلیم اور الڈا پھر کالج مین ایک سال تک اکٹھا رہے۔ اور دونون نے

ایم اے کا امتحان دیکر کامیابی حاصل کی۔اب آیندہ کوئی موقع ایسا نہ تھا کہ سلیم اور
الڈا کو فریدیکجائی کا اتفاق رہتا۔چھ سال کی ملاقات آخر اپنا رنگ لائی۔اور اب جو دفعتاً
ملاقات کا موقع جاتا رہا۔تو دونوں کے دلوں مین محبت کی آگ بھڑک اُٹھی۔سلیم الڈا کے
گھر نہ جا سکتا تھا۔نہ الڈا سلیم کے گھر آسکتی تھی۔مگر محبت نے اپنا راستہ اسطرح بنایا کہ ہفتہ
مین ایک دو بار رنگون کی جیٹی نمبر ۲ پر یہ دونوں شام کو دس یا پانچ منٹ کے لیئے مل لیتے
اب جو ملاقات کم ہوئی تو ایک دوسرے کی وقعت زیادہ ہونے لگی۔اور اس چھ سال کی پاک
محبت نے دونوں کے ولولوں کو اُبھارنا شروع کیا۔جب سلیم کے والد نے اُسے سول
سروس بھیجنے کی تجویز کی اور سلیم نے اسکی اطلاع الڈا کو دی۔تو اوس کو سخت رنج ہوا۔اگرچہ
سلیم کو بھی رنج تھا۔مگر الڈا کو زیادہ افسوس تھا۔آخر کار خط وکتابت سے سب امور طے
ہوگئے اور سلیم کے سفر انگلستان کا زمانہ آہی گیا۔اور دوسرے دن بیبی لائن کے جہاز
واروک شایر پر سلیم کی روانگی کا انتظام بھی ہوگیا۔سفر سے ایکروز قبل سلیم اور الڈا مین
مندرجہ بالا گفتگو ہوئی۔چنانچہ جب الڈا کی آنکھوں سے آنسو جاری ہوگئے تو سلیم سے
بھی نہ رہا گیا۔اور اُسکے بھی بے اختیار آنسو نکل پڑے۔اگر پبلک جگہ ہونے کے سبب
کسی کے دیکھنے کا اندیشہ نہ ہوتا۔تو دل کھول کر دونوں روتے۔مگر ایسا نہ ہوسکا۔تاہم دیر تک
آپس مین باتین ہوتی رہین۔اور خلاف عادت اندھیرا ہونے تک دونوں سرگرم گفتگو رہے
چونکہ سلیم کی اتنی حیثیت نہ تھی کہ اُسے جہاز پر رخصت کرنے کیلئے کثرت سے احباب آتے جو
الڈا بھی جاسکتی اسلئے یہی اُنکی آخری ملاقات تھی۔رات اندھیری تھی دونوں نے لوگوں کی نظر
بچا کر ایکدوسرے کے ہاتھ مین ہاتھ ڈالدیا اور خراماں خراماں چلنے لگے۔الڈا کی گاڑی مرچنٹ
اسٹریٹ اور اسپارک اسٹریٹ کے کونے کے چرچ کے سامنے کھڑی تھی۔اسلیے سلیم اور

الڈا امپارک اسٹریٹ سے جب ٹملک برادرز کے آفس کے سامنے پہونچے تو چند منٹ ٹھہر کر ایک
دوسرے سے رخصت ہونے لگے ۔ یہ وقت عجیب رقت آمیز تھا ۔ اور دونوں پر ایک محویت کا عالم
طاری تھا ۔ ہاتھ ضرور ایک کا دوسرے کے ہاتھ میں تھا ۔ مگر زبان بالکل بند تھی ۔ آخر الڈا نے اس
سکوت کو توڑا اور "اچھا پیارے رخصت!" کے الفاظ اُس کے مُنھ سے نکلے ۔ سلیم نے بھی مناسب
جواب دیا ۔ اور بے اختیار ہوکر الڈا کو بغل میں دبا کر اسکے لب لعلین کا ایک محبت بھرا بوسہ لیا ۔ یہ
پہلا بوسہ تھا جو سلیم نے الڈا کا لیا ۔ اور الڈا کی زندگی میں اسی بوسے سے ایک نیا باب شروع ہوا ۔ اور
اسکے بدن میں ماں باپ کی محبت بھرے بوسوں سے زیادہ ایک خاص لطف محسوس ہوا ۔ اسی وقت
سلیم اور الڈا ایک دوسرے سے رخصت ہوئے ۔ اور سلیم دوسرے روز جہاز پر سوار ہوکر ولایت
روانہ ہو گیا ۔

دوسرا باب

چنی پرشاد
مفلسی اور فاقہ

پھٹے کپڑوں پہ خنداں مثل گل ہیں | شرافت کیا بہار بیجزاں سے
تکلف سے بری ہے حسن ذاتی | قبائے گل میں گل بوٹا کہاں ہے

جزیرہ لنکا کے مشہور دارالخلافہ میں شہر کے باہر ایک میل کے فاصلہ پر ایک وسیع
باغیچہ ہے جسکے وسط میں ایک لکڑی کا بنگلہ نظر آتا ہے ۔ اور پھاٹک کے قریب ایک جھونپڑی کی
شکل ہیئت گذائی ظاہر کرتی ہے کہ دربان کے لئے بنائی گئی تھی ۔ مگر آجکل ایک غریب لکڑہارے
کو دیدی گئی ہے جسمیں وہ مع اپنی نوجوان عورت اور ضعیف العمر ماں کے رہتا ہے ۔ بنگلہ نما

گھر مین ایک ادھیڑ عمر کی قوی الجثہ معزز عورت (جو دراصل مالک باغ کی بیوہ ہے) مع اپنی بیمار بہو اور خورد سال پوتے کے رہتی ہے۔ آجکل اُسکا نوجوان بیٹا چونی پرشاد (جو رنگون مین پی۔ڈبلو۔ڈی مین کام کرتا ہے) رخصت پر تین ماہ کے لئے آیا ہوا ہے جسکے آنے سے گھر مین خوب چہل پہل اور رونق ہے۔ اگرچہ چونی پرشاد کی بیوی دو سال سے بستر علالت پر ہے مگر آجکل شوہر کے آجانیسے اُسکے کمہلائے چہرہ پر بھی ایک قسم کی رونق آگئی ہے اور خورد سال بچہ تو قدرتی محبت کی کشش سے باپ کی گودی سے اُترتا ہی نہین۔ ملکی رسم کے مطابق یہ سب اسوقت مغربی حصہ کے بڑے کمرہ مین فرش پر بیٹھے گفتگو کر رہے ہین۔

ماں (چونی پرشاد سے) "بیٹا مین مانتی ہون کہ تمہاری یہ عمر کمانے کہانے اور ترقی کرنے کی ہے۔ مگر آخر میرا بھی تو تمپر کچھ حق ہے۔ تمہارے متوفی باپ کا خاطر خواہ اثاثہ موجود ہے اس باغیچہ کے علاوہ اہین بھی اسقدر موجود ہے کہ تین چار آدمی فضول خرچی اور اسراف کے بغیر سفید پوش رہکر اطمینان سے بسر کر سکتے ہین۔ تم اپنے باپ کی اکلوتی نشانی ہو مین چاہتی ہون کہ آئندہ تم گھر ہی پر رہو اور رنگون واپس نہ جاؤ"

چونی پرشاد۔ ہان تم ٹھیک کہہ رہی ہو۔ مگر زمین کی آمدنی اسقدر نہین کہ جس سے

۔ جو لوگ بنگلون مین نہین رہتے اونکو یہہ لفظ کسقدر کھٹکے گا۔ مگر رنگونی حضرات کے سامنے جہان یہ لفظ آیا اور وہ مطرب خوشنوا کی تازہ بتازہ نوبنو[illegible] کی خوشنوا گتین سامع کو مبہوت بنانے لگین۔ شہر رنگون کے گرد نواح مین صدہا باغ ہین جو وہان کے رئیسون کے قبضہ مین ہین اکثر رئیس انہین باغون مین مستقلاً سکونت پذیر ہین بہتسے شہر مین رہتے ہین اور ہفتہ مین ایکبار یا تہوار اور تعطیلون کے موقع پر یہان لطف سیر اوٹھانے آتے ہین۔ اسی باغ مفرح گاہون مین وہ وہ رنگ رلیان اوڑتی ہین کہ الامان عام لوگ جو باغ رکھنے کی حیثیت نہین

سانولا نے جھونپڑی مین جو بچکر چاولون کے دو حصے کئے۔ نصف حصہ ایک مٹی کے کورے
برتن مین رکھ لیا۔ اور نصف ایک ہانڈی مین دھو کر چولھے پر چڑھایا اور آگ جلا کر اٹھی۔ اب
اگرچہ نقاہت اُسے کسی کام کرنے کی اجازت نہ دیتی تھی مگر وہ گرتی پڑتی اپنی بوڑھی اور کمزور
ساس کے قریب پہونچی۔ جو ایک کونے مین تین وقت کے فاقہ سے پڑی تھی۔ چونکہ نظر کی کمزوری
کے ساتھ ہی اسے کانون سے بھی اونچا سنائی دیتا تھا سانولا نے چیخ پکار کر اُسے اس بات سے
آگاہ کیا کہ وہ چاول تھوڑے سے لے آئی ہے۔ اور پکا رہی ہے یہہ کر وہ چولھے کے پاس چلی
گئی۔ سانولا نے چاولون کا پانی نچوڑا نہین بلکہ چاولون کو گلنے دیا جو پکنے پر کھیر کی
طرح ہو گئے۔ اور اسمین ذرا سا نمک ڈالدیا۔ یہ کھانا (جو اس وقت اُن بیکس غریبون کے
لے شاہی نعمات سے زیادہ بامزہ تھا) جب بالکل طیار ہو گیا تو پہلے سانولا نے ایک مٹی کے
پرانے پیالے مین ساس کو دیا اور جب وہ تھوڑا سا کھا چکی تو باقی سانولا نے آپ کھایا اور
خدا کا شکر کیا۔ اب گویا اسکی جان مین جان آئی۔ مگر چار فاقہ کے بعد جب پیٹ مین غذا پہونچی
تو آنکھون مین اندھیرا سا چھا گیا۔ اور دس ہی منٹ کے بعد وہ بیہوش ہو کر پڑ گئی۔ رات
کے بارہ [illegible] آنکھ کھلی۔ اُٹھ کر جھونپڑی کا دروازہ بند کیا تیل تو تھا ہی نہین جو چراغ جلایا
جاتا۔ جا کر بوڑھی ساس کی خبر لی۔ جو اپنی معمولی حالت مین کچھ جاگتی کچھ سوتی پڑی تھی
سانولا اپنے بستر پر لیٹ گئی۔ لاکھ چاہا کہ نیند آوے۔ مگر تھوڑی دیر پہلے جو آرام کر چکی
تھی نیند نہ آنا تھی نہ آئی۔ اسپر فکرون نے آگھیرا وہ سوچنے لگی کہ اب گذر کی کیا صورت
ہوگی گھر والا تو چھ مہینہ کے لئے جیل جا چکا اس عرصہ مین ہم کیا کھائینگے۔ بیوہ مالکہ مکان نے
خدا جانے کیونکر رحم کھایا۔ جو ایک سیر چاول دیئے ورنہ وہ تو بڑی ہی سنگدل ہے۔ اب
اور تو وہ دے چکی اس ایک سیر کے تقاضہ کا کیا جواب دونگی؟ کیا بجز اسکے کوئی چارہ

ایسا نہ ہو کہ مجھ پر نیت بد رکھتا ہو۔ اور جوان ہے۔ امیر ہے۔ بیوی اسکی عرصہ سے بیمار ہے
خدایا میری حفاظت کر اور اس امتحان مین استقلال دے۔ آنکھ لگ گئی۔ خواب بھی کچھ ڈراونے
دکھائی دئے۔ رات کا ایک بجا ہے کہ کوئی شخص سانولا کو پاؤن پکڑ کر جگا رہا ہے۔ یکایک
سانولا کی آنکھ کھلی اور جگانے والے نے آہستہ سے کہا مین چونی پرشاد ہون اور تم سے ایک
ضروری بات کرنا چاہتا ہون۔ چونی پرشاد کا نام سنتے ہی سانولا عجیب کشمکش مین پڑ گئی۔
اُسکے خیالات نے اُسے یقین دلایا کہ چونی پرشاد نے صرف اُسکی عصمت خراب کرنے
کیلئے اُسے ممنون احسان کیا۔ تاہم وہ اپنے محسن کے ارشاد سے انحراف کرنا ناشکری
بھی سمجھتی تھی۔ غرض بادل ناخواستہ چونی پرشاد کے ساتھ ہوئی۔ باہر نکلکر ایک درخت کی
آڑ مین چونی پرشاد نے اس سے کہا کہ تم ڈرتی نظر آتی ہو تم مجھ سے مطلق نہ ڈرو مین تمہاری
خرابی کیلئے نہین آیا۔ بلکہ تمہاری بیکسی پر مجھے رحم آرہا ہے۔ جوانی و خوبصورتی کے ساتھ
تمہاری باعصمتی نے دل سے مجھے تمہارا ہمدرد بنا دیا ہے۔ مین کل واپس رنگون جا رہا ہون
اور ایک گنی[1] نکالکر۔ یہ لو خاوند کا قرضہ ادا کرکے اُسے جیل سے چھڑا لو۔ مین اسلئے رات کو تم سے
ملنے آیا ہون کہ میری والدہ کو شک کا موقع نہ ملے مین آئندہ صہ روپیہ ماہوار تمہاری مدد
کیلئے رنگون سے کسی ذریعہ سے تمہارے پاس برابر بھیجا کرون گا۔ جسکا ذکر تم سوائے
اپنے خاوند کے کسی اور سے نہ کرنا۔ یہ کہکر چونی پرشاد رخصت ہوا۔

تیسرا باب

مسعود اور بھبنین

مشکل محبت

[1] گنی سے مراد انگریزی پونڈ ہے جو ہندوستان مین اشرفی کے نام سے چلتا ہے اور جسکی قیمت مقررہ پندرہ روپیہ ہے۔

سال بعد یکایک رنگون والی بیوی فالج مین مبتلا ہوئی۔ ہر چند علاج کئے ہزارون روپے
دوا درمن اور حکیمون ڈاکٹرون کی نذر ہوئے۔ مگر قضا کا علاج کون کرسکتا ہے بیوی
انتقال کرگئی۔ متوفیہ کی ایک بیوہ بہن جو کہ دو لڑکیون کی ماں ہی تھی۔ مسعود کے والد کی مرضی
سے اپنی بہن کے انتقال کے بعد ان کے یہان آرہی۔ اگرچہ مسعود کے والد کے متعلق اس
بارے مین لوگون کے خیالات فاسد ہی ہین مگر ہمین یقین نہین آتا کہ ایسے متقی اور دیندار
بزرگ سے ایسی ناشایستہ حرکت ہو سکے۔ خصوصاً اس صورت مین جبکہ وہ اپنی بیوہ
سالی سے شرعاً نکاح بھی کر سکتے تھے۔ لیکن اس مین شک نہین کہ مسعود کے والد سالی
کی لڑکیون کو اپنی اولاد کی طرح پرورش کرتے تھے۔ سن وسال کے اعتبار سے ان دونون
بہنون مین صرف دو سال کی چھوٹائی بڑائی ہے۔ بڑی جسکا نام مطیعہ ہے۔ آٹھ سال کی ہے
چھوٹی بہن شریفہ چھ سال کی ہے۔ اگرچہ ان کے یہ نام ولادت کے موقع پر رکھے گئے تھے
مگر عرفاً عام طور پر مطیعہ کو "ماہ طوی" اور شریفہ کو "ماہ شوئی" رنگون کے برمی محاورہ کے
مطابق کہتے ہین۔ انھین ایام مین ایک لمبی اور زبردست خط وکتابت کے بعد مسعود (جسکی
عمر اسوقت سترہ اور اٹھارہ برس کی تھی) فرخ آباد سے اس نیت سے بلا یا گیا کہ آکر کام
سنبھال لے اور بوڑھے باپ کو جائداد کی نگرانی سے سبکدوشی حاصل ہو۔ مسعود کے بلانے مین
اونکے والد کی یہ بھی نیت تھی کہ دو چار سال بیٹا کام سیکھ لے تو وہ خود حج بیت اللہ کی نعمت
سے مشرف ہو آوین۔ مسعود نے تعلیم برائے نام پائی تھی۔ ماں کی لاڈ نے مسجد سے باہر کہین
پڑھنے کی اجازت نہ دی جہان معمولی اُردو کی نوشت وخواند آگئی اور قرآن پاک ناظرہ پڑھ لیا۔
تاہم مسعود کی ذہانت قابل تعریف ہے کہ اُسنے صرف ایک ہی سال کے عرصہ مین والد کا تمام کاروبار
سنبھال لیا۔ اور اسکے والد خوشی خوشی ایک ہی سال کے بعد مع اپنے چند دوستون کے روانہ

چوتھا باب

مس جالنسٹن

(دعوت رقص)

عشوہ و ناز و ادا اوسکے ہی کہتے ہین
لے سکے کون یہان نام شکیبائی

رنگون مین ہم ناظرین کو آنریبل سر جارج جالنسٹن کے مشہور محل واقع انسین کی سیر کراتے ہین - آنریبل مذکور ۳ سال سے حضور ویسرائے کی کونسل کے ممبر تھے - حال مین آنریبل مونگ باٹو نے ممبر ہو کر انھین سبکدوش کیا اور وہ رنگون واپس تشریف لائے - سر جارج کا محل بڑا ہی قابل دید عمارت ہے - انسین کے ریلوے اسٹیشن سے اُتر کر سامنے کی وسیع اور سایہ دار سڑک پر قریباً دو میل چلے جائیے - بائین طرف اونچی سرسبز پہاڑی پر ایک عالیشان قلعہ نما عمارت نظر آئیگی اور یہی سر جارج کا محل ہے - پہاڑی کو کہا اعلیٰ درجہ کی صناعی سے کاٹ کر سڑک نکالی گئی ہے کہ تین موٹر کار برابر نکل سکین - یہ پہاڑی اندازاً نصف میل دور زمین کو گھیرے ہوئے ہے - سر جارج جیسے شوقین شخص نے اس پہاڑی کو دولہن بنا رکھا ہے - چارون طرف سبزی سے لدی ہوئی پہاڑی کے درمیان مین سُرخ سُرخ لیلیٰ کے پھول اور گل لالا اس قدر عمدہ اور خوبصورت نظر آتے ہین کہ نظر وہان سے ہٹتی ہی نہین - سڑک کے کنارے والے اطراف مین بچھے بیل بالیون مین عمدہ لوہے کا جنگلا لگا ہے اور بیل بالیون کی چوٹی پر جنت نظیر کشمیر کے پھول عجیب بہار دکھا رہے ہین - پہاڑ کی جانب ایک ایک سو فٹ کے فاصلہ پر برقی روشنی کے لیمپ لوہے کے

ترقی کی ابتدا ہوتی ہے۔ اسکے کچھ ہی عرصہ کے بعد مسٹر جالنسٹن کی کوشش سے برما
آئیل کمپنی کی بنیاد پڑی۔ اور تیل کے کنوؤں کے متعلق شاہ تھیبا سے مسٹر جالنسٹن
نے بڑی محنت کر کے ٹھیکہ حاصل کیا۔ اس کمپنی نے بھی دس ہزار حصے مسٹر جالنسٹن کے
مفت نذر کئے۔ ان دونوں کمپنیوں کے حصوں کی آمدنی جالنسٹن کے لیے ایک
لفٹنٹ گورنر کی تنخواہ سے کم نہ تھی۔ اسپر اضافہ یہ ہوا کہ اس طرف سے فراغت پا کر وہ
تھیبا کی طرف سے روبی مائن[1] کے انتظام کے لیے مامور ہوئے اور معاہدہ اسطرح پر ہوا
کہ جسقدر جواہرات برآمد ہوں اون میں سے نصف حصہ خزانہ شاہی میں داخل کیا جاوے
اور باقی نصف مسٹر جالنسٹن لیں۔ عام خیال ہے اور یہ خیال کسی حد تک صحیح بھی معلوم
ہوتا ہے۔ کہ مسٹر جالنسٹن نے یہاں سے بیحد دولت حاصل کی اور جو کچھ حاصل کیا اُسے
نہایت خوش اسلوبی اور حسن تدبیر کے ساتھ ولایت میں فروخت کیا۔ جس سے ایک
کروڑ سے زائد کی رقم جالنسٹن کے قبضہ میں آئی۔ چنانچہ جب گورنمنٹ برطانیہ نے
رنگون میں بنیک آف بنگال کی شاخ کھولنے کا ارادہ کیا تو مسٹر جالنسٹن نے گورنمنٹ
سے درخواست کی کہ اگر گورنمنٹ اُسے اپنا خزانچی بنیک آف بنگال کی طرح تمام برما
کے لیے مقرر کرے تو وہ ایک کروڑ کے سرمایہ سے اپنا بنیک قائم کرنے کے لیے تیار ہے
مگر گورنمنٹ نے بوجوہات یہ درخواست منظور نہ ہوئی۔ جالنسٹن کا تجربہ بڑا ہوا تھا۔
اور وہ جانتا تھا کہ رنگون ایکدن ہندوستان کے مشہور ترین شہروں کا مقابلہ کریگا
اسلیے اُسنے رنگون کے آس پاس کوڑیوں کے مول زمینیں خریدنی شروع کیں۔
سر جارج کا خود بیان ہے کہ اُسنے کوئی زمین سو روپیہ ایکڑ سے زیادہ قیمت پر نہیں خریدی
اور یونہی بعض قطعے دس روپیہ ایکڑ کے حساب سے بھی مول لے لیے۔

[1] یاقوت کی کان۔

انہین دنون مین گورنمنٹ نے مانڈلے پر قبضہ کر لیا اور مسٹر جالسٹن نے ملکی زبان
اور طرز معاشرت کی واقفیت کی بدولت اس موقع پر نہایت اہم خدمات انجام دین چنانچہ
گورنمنٹ نے ازراہ قدردانی اس مہم کی واپسی پر جالسٹن کو اس طرح سرفراز کیا کہ
(۱) نائٹ ہڈ کا خطاب عطا کیا (۲) ملکہ معظمہ کیطرف سے خوشنودی کا ایک پروانہ
عطا ہوا (۳) لوگا اور رنگون کے درمیان جو سولہ میل کا وسیع قطعہ زمین کا چھوٹی چھوٹی
پہاڑیون مین واقع ہے وہ سر جارج کو بطور جاگیر کے ہمیشہ کیلئے عطا ہوا۔ اور (۴)
مانڈلے سے جسقدر سنگ مرمر ملا تھا جیسا کہ اوپر ذکر کیا گیا ہے وہ سب بطور انعام
شاہی سر جارج کو عطا کیا گیا۔ چنانچہ مانڈلے کی مہم کے بعد سر جارج نے اپنے محل کی بنیاد
عطا شدہ جاگیر کے وسط مین رکھی۔ اسمین شک نہین سر جارج کو محنت ہوشمندی اور خوش
قسمتی نے دولتمند ضرور بنا دیا۔ مگر اس محل کی آرایش وزیبائش مین سب سے زیادہ
حصہ لیڈی جالسٹن کا ہے۔ لیڈی جالسٹن جیسی ذہین۔ اور شوہر سے محبت کرنیوالی
بیوی کسیکو ملنی بہت مشکل ہے۔ سر جارج کی اولاد ایک ہی لڑکی ہے۔ جسے ماںکی تربیت
کے بدولت ہر فن مین کمال حاصل ہے۔ ہمارا قصہ شروع ہونے کے وقت مس میری
جالسٹن (سر جارج کی بیٹی) کی عمر بیس سال کی ہے۔ یہان یہ بھی ظاہر کرنا مناسب معلوم
ہوتا ہے کہ مس مذکور کی پیدایش چونکہ برہما کی ہے۔ اسلیے اسے برمی زبان مین اپنے
والدین کی طرح پوری مہارت حاصل ہے۔ لیڈی اور مس جالسٹن نے علاوہ برمی کے شان[1] زبان
اور اردو مین بھی کافی لیاقت پیدا کر لی ہے۔ سر جارج اگرچہ شان کچھ کچھ سمجھتے ہین لیکن

[1] شمالی برہما مین چند ایسی ریاستین ہین جو شان اسٹیٹس کے نام سے موسوم ہین اور وہانکی ملکی زبان شان
کہلاتی ہے جو اگرچہ برمی زبان سے بہت مشابہ ہے لیکن فی الجملہ متغایر ہے۔

اور سورج کا اس کمرہ مین قران ہوگیا ہی۔ مس جانسٹن کا خوشنما اور شاداب چہرہ اوسوقت
کے ہنگامے سے تمتمایا ہوا نظر آتا تھا۔ سر کے کھُلے ہوے بالون کا لچکتی ہوئی کمر کو ہر جنبش پر
بوسہ دینا۔ اُبھرے سینے کا سانس لیتے وقت سمندر کی موجون کی طرح چڑھاؤ اُتار۔ ناچ کے
لباس کی بدولت صراحی دار گردن کا مینائے بلورین کی طرح جھکنا۔ نازک نازک پاؤن کا
حالت رقص مین اس پھرتی سے گھومنا کہ گویا زمین پر پڑتے ہی نہ تھے اور اسی حالت مین چکر
کھا کر رک جانے کی بدولت پر تکلف سایہ کا اُٹھکر ساق ہاے سیمین کا موزہ مین سے جھلکی
دکھانا۔ غرضکہ کوئی ادا ایسی نہ تھی جو دیکھنے والونکے دلون کو بے چین نہ کردیتی ہو۔ اور
جس سے نوجوان امیدوارون کے سینون پر سانپ نہ لوٹجاتا ہو۔ اسی حالت مین باری باری
مس جانسٹن پانچ خوش قسمت آدمیون کے ساتھ ناچی۔ جن مین ایک فلارنس
بھی تھا۔

رات کے دو بجنے کے قریب ہین۔ بال روم کے پاس والے مختصر سے آرام کرنے کے
کمرون مین سے ایک مین ایک مخملی کوچ پر بقول غالب ایک دوسرے کے بازو پر اپنی
زلفین پریشان کیے ہوے سرگوشی کر رہے ہین۔ چلئے تو ذرا دیکھین۔ کہ کون قابل
رشک شخص ہی؟ آہا! یہ تو مس جانسٹن فلورنس کے پہلو مین بیٹھی ہے اور اس طرح
گفتگو کر رہی ہے۔

مس "ہان ہان مین نے تم سے وعدہ کیا ہے۔ کہ آج تمھین اپنے دل کے فیصلہ سے
آگاہ کرون گی"

فلورنس "اور وہ میرے حق مین ہوگا؟"

مس "تمھین یہ کیسے معلوم ہوا کہ تمھارے حق مین ہوگا!"

فلورنس "پیاری میری۔ تمھاری محبت بھری نظرون سے۔"

مس "تو ہاتھ دھو رکھو"

فلورنس " دنیا سے"

مس " یہ کیا کہا"

فلورنس " ڈیر۔ جو تمنے پوچھا۔ تسے ہاتھ دہونا میرے لیے دنیا سے ہاتھ دھونا ہی۔ اگر درحقیقت تمنے مجھے مایوس بخش جواب دیا۔ تو میرے لیے خودکشی کی سپر موجود ہے جسکے ذریعہ رقابت کے وار سے مین بچ رہونگا"

مس " میرے ڈیڑھ درجن خواستگارون مین سے ہر ایک یہی کہتا ہی مگر کرکے ایک بھی نہین دکھاتا"

فلورنس " آزمالیجئے۔ لوگ کہتے ہین تو مین کرکے دکھلا دونگا"

یہ باتین دراصل مزاحًا ہوتی تھین ۔ ورنہ اس وقت مس جالنسٹن کا ہاتھ فلورنس کی بغل مین تھا اور سر اُسکی چھاتی پر۔ یکایک مس نے فلورنس سے آنکھین ملائین اور سیدھی ہوکر اسطرح درافشانی کرنے لگی۔

مس " میرے سب سے پیارے فلاری ۔تمکو یہ تو معلوم ہو چکا۔ کہ مین نے اپنے تمام خواستگارون کو سوائے تمھارے اور جیکسن کے دل سے اوتار دیا ہی۔ اور تمسے وعدہ کیا تھا کہ آج اپنے مستقل ارادہ سے تمھین اطلاع دون گی۔ بس پیارے مین تمکو اطلاع دیتی ہون۔ کہ آج مین تمھاری ہو چکی۔ مین اسی لیئے سب سے پہلے جیکسن کے ساتھ ناچی اور نلچ ہی مین اُسے اطلاع دی۔ کہ آیندہ وہ صرف بحیثیت ایک دوست کے مجھسے مل سکتا ہی۔ گر دل مین اُسکے اگر کوئی خواہش ہو تو اُسے نکالدے

آج میری بیسوین سالگرہ ہی - بلکہ دو بجنے والی ہین اور ٹھیک دو بجے مین پیدا ہوئی ہون -
ایک سال ہم کورٹ شپ مین گزارین گے۔ اور اگلی سالگرہ کے موقع پر مین اکیس سال
کی ہوکر بموجب قانون کے تمھارے ساتھ شادی رچا سکون گی"۔
گھڑی نے دو بجائے - مس جانسٹن کی عمر پورے بیس سال کی ہوگئی فلارنس نے
بلا اختیار اُسے چھاتی سے لگا یا اور اُسکے نازک لبون کا گرم گرم بوسہ اُس وقت کی گفتگو کی یادگار رہین لیا۔

پانچوان باب

نواب علی قلی خان

بزم عشرت

ما ہانیم و سیہ مستی ہر روزہ ہمان   نہ شب جمعہ شناسیم نہ ماہ رمضان

رات کے بارہ بجکر پندرہ منٹ آگئے ہین - مولوی حمید اپنے مختصر سے آراستہ
مکان واقع لانماڈاون (رنگون) کے سونے کے کمرے مین مچھر دانی لگی ہوئی مسہری
پر آرام سے سو رہے ہین - مولوی حمید کی عمر پچیس اور تیس کے درمیان ہین ہے علوم متعارفہ
عربی فارسی مین پوری لیاقت حاصل ہی تھوڑے عرصہ تک دیو بند مین تعلیم پائی - مذہبی
خیال کے آدمی ہین - قوم کے ہمدرد بھی پائے جاتے ہین عموماً اُنکا انہماک قومی کامون مین
پا یا جاتا ہی - اگرچہ وطن ہندوستان ہی - مگر آجکل رنگون مین قیام پذیر ہین - اور مدرسہ
عربیہ کے مدرس اول ہین - نماز کے اگرچہ پورے پابند نہین مگر دنکی تمام نمازین بھی
قضا نہین ہوتین - لیکن واللہ اعلم اس حماقت کے کیا معنی ہین ؟ کہ لباس بالکل
انگریزی پہنتے ہین - باوجودیکہ انگریزی کا ایک حرف بھی نہین جانتے - نہ شراب

کی عادت۔ نہ زنا کا چسکہ۔ نہ جوے کی علت۔ بس جو کچھ ہے وہ انگریزی فیشن کا خبط ہے۔ اور اسمین یہانتک غلو ہے۔ کہ مدرسہ کے اوقات اور نماز کے علاوہ عموماً ٹوپی بھی انگریزی پہنتے ہین۔ یہی سبب ہے کہ آجکل نئی تعلیم یافتہ فرقہ کے ساتھ بھی ان کے ایسے ہی تعلقات ہین جیسے بسبب مصنف تصانیف متعددہ و عالم علوم عربی ہونے کے پرانی بزرگون سے ہین اور دونون فریق انکو ایک نظر سے دیکھتے ہین بلکہ لطف یہ کہ دونون فریق کو انسے ایک ایک شکایت بھی ہے۔ پُرانے حضرات اس لیے خفا ہین۔ کہ انگریزی لباس کیون اختیار کیا ہے؟ اور نئی پود شاکی ہے۔ کہ مولوی حمید نے داڑھی کیون رکھی ہے؟ اگر چہرہ صاف کیا جاتا تو زیادہ موزون ہوتا۔ خیر یہ شکایات تو جزئی ہین۔ ورنہ دونون فریق ان کی دل سے قدر کرتے ہین۔ مدرسہ کے دو سو ماہوار مین انکی بسر اچھی طرح سے ہو جاتی ہے۔ ان کے یہان اکثر باہر کے ایک دو مہمان بھی آجاتے ہین۔ مگر آج کی رات اتفاقاً کوئی باہر کا آدمی نہین۔ سونے کے کمرہ کے پاس والا کمرہ آفس کا ہے۔ اس کمرہ کے درمیان حسب معمول ایک ہنکس کا لٹکانے والا ڈبل لیمپ جل رہا ہے جسکی روشنی خفیف سی پردہ سے چھنکر پلنگ پر پڑتی ہے۔ اور دوسری جانب چونکہ ملاقاتی کمرہ کے دروازہ کا پردہ سمٹ گیا ہے۔ گول میز پر پوری روشنی پڑ رہی ہے۔ نوکر باورچیخانہ کے قریب کھانے کے کمرہ کے باہر برآمدے مین سو رہا ہے۔ باہر کا دروازہ بند ہے۔

کسی شخص نے دروازہ آہستہ سے کھٹکھٹانا شروع کیا۔ چونکہ نوکر پاس ہی تھا۔ اُسکی آنکھ کھل گئی دروازہ کھولا۔ دیکھا تو نواب علی قلی خان کے مصاحب منشی عبدالروف صاحب ہین جھک کے آداب بجالایا۔ منشی صاحب نے دریافت کیا کہ

کیا مولوی صاحب ہین - ؟ -

نوکر "حضور آرام فرماتے ہین"

منشی "بھئی ایک نہایت ضروری کام ہی جگا دو"

نوکر "جناب میری تو طاقت نہین کہ اسوقت اُنھین جگا دن - ورنہ آپ کو اُنکے مزاج کی خبر ہے - اگر بگڑ گئے تو میری خیر نہین"

منشی "اچھا مین خود انکے سونے کے کمرہ مین جاکر بیدار کرتا ہون"

نوکر "مین آپکو روک بھی نہین سکتا - مگر ایسا نہو کہ الزام میرے سر آئے"

منشی "نہین تمپر کیون الزام آنے لگا ! مین خود جگاتا ہون - نواب صاحب نے اسوقت یاد فرمایا ہی - بلکہ رقعہ بھی دیا ہی"

نوکر "حضور پھر رقعہ دیدیجے جب صبح کو اُٹھینگے تو دیدونگا"

منشی "بھئی ! عجیب احمق ہو - نواب صاحب نے بلایا تو اب ہی - صبح کو رقعہ کیا ہوگا - ؟ -

یہ کہکر منشی عبدالرؤف ملاقات کے کمرہ سے آفس مین اور وہان سے سونیکے کمرہ کے دروازہ کا پردہ اٹھاکر اندر داخل ہوے - اور مولوی حمید کے سرہانے کھڑے ہوکر آہستہ آہستہ مولوی صاحب! مولوی صاحب! کہکر دو دفعہ آواز دی دوسری آواز مین مولوی حمید جاگ پڑے - گڑبڑا کر آنکھ کھولی - دیکھا تو منشی عبدالرؤف کھڑے ہین -

مولوی حمید "ہائین ! منشی عبدالرؤف !! آپ ہین !!! اسوقت کہان"

عبدالرؤف "جناب نواب صاحب نے یاد فرمایا ہی"

[illegible] جی ہان! کوئی نہایت ہی ضروری کام ہی - اسلئے تو مین نے
اسقدر جرأت کرکے جناب کو تکلیف دی - حالانکہ نوکر آپکا روکتا ہی رہا"

حمید "مضائقہ نہین - مگر خیر تو ہی - آخر معاملہ کیا ہی" ؟ -

عبدالرؤف "جناب مجھے تو کچھ بھی معلوم نہین - یہ ایک رقعہ بھی دیا ہی اور زبانی
تاکید کی ہی - کہ جسطرح ہوسکے اسوقت ضرور ہی تشریف لائین" (رقعہ دینے لگے)

مولوی حمید نے مچھردانی کے اندر سے ہاتھ نکالکر رقعہ لیا - عبدالرؤف نے دروازہ
کا پردہ ہاتھ سے ایک طرف کو ہٹایا - جس سے لیمپ کی روشنی مچھردانی کو چیرتی ہوئی
پلنگ کے اوپر پڑی اور مولوی صاحب نے مندرجہ ذیل رقعہ پڑھا -

مائی ڈیر حمید

اگر اسوقت آپ آگئے تو سمجھیئے کہ عمر بھر کے لیے مجھے خرید لیا - آپ خود سمجھ سکتے
ہین - کہ کیسی سخت ضرورت واقع ہوئی ہی - جو اسوقت آپکو تکلیف دیجاتی ہی ورنہ
شام ہی کو تو مین آپکے یہان آیا تھا - بہر حال فوراً آیئے - اور میرا حال سنیے -

آپکا

علی قلی

مولوی حمید اس رقعہ کو پڑھکر حیران رہ گئے منشی عبدالرؤف سے جسقدر
سوالات کیے کوئی تشفی بخش جواب نہ ملا - مجبوراً یہ خیال کرکے کہ کوئی خاص واقعہ
ظہور پذیر ہوا ہی ضرور جانا چاہیئے - اُٹھ کھڑے ہوے - اور عبدالرؤف کی طرف مخاطب ہوکر
کہنے لگے کہ منشی صاحب آپ پانچ منٹ تشریف رکھیے چلتا ہون -

مولوی حمید صاحب نے ادہر تو کپڑے پہننے شروع کیے اودہر گاڑی کی فکر ہوئی جس گاڑی مین منشی عبدالرؤف آئے تھے وہ گھوڑے کے تھکنے کا بہانہ کرکے چلدی تھی - اور دوسری کرایہ کی گاڑی اسوقت ملنا محال تھی مجبوراً مولوی صاحب نے اپنی گاڑی طیار کرنے کے لیے حکمدیا - آدھی رات گذر چکی تھی - سائیس پڑے سورہے تھے جگائے گئے - اور جلدی جلدی گھوڑے پر ساز چڑہایا گیا - غرض بیس پچیس منٹ کے بعد گاڑی طیار ہوئی - اگرچہ نواب صاحب کا گھر نصف میل سے زیادہ فاصلہ پر نہ تھا - مگر مولوی حمید کو اسوقت کی طلبی نے سخت متحیر کردیا تھا - اسلیے پیدل جانے مین دیر ہوجانے کے اندیشے سے گاڑی تیار کروائی - مولوی حمید منشی عبدالرؤف کو ساتھ لیکر ایک بجے کے قریب گاڑی پر سوار ہوکر نواب صاحب کے مکان کی طرف روانہ ہوے - راستہ مین منشی عبدالرؤف سے مختلف مباحث پر باتین رہین - جب راستہ نصف سے زائد طے ہوگیا تو منشی عبدالروف مولویصاحب سے مخاطب ہوکر یون کہنے لگے -

منشی عبدالرؤف: مولویصاحب! معاف فرمائیے - اسوقت کمال گستاخی ہوئی - ہمارے نواب صاحب کی بھی عجیب طبیعت ہی - ابھی دو گھنٹہ کا عرصہ ہوا گیارہ بجے سے کچھ ہی پہلے کہنے لگے - بھئی گانا سننے کو دل چاہتا ہی - کسی طوائف کو بلوالو - جناب! اُسیوقت ملازم کے ذریعے سے منی جان بلوائی گئی - وہ آکر ابھی بیٹھی ہی تھی کہ نواب صاحب نے آپکو یاد کیا اور کہنے لگے - کہ جبتک مولویصاحب نہ ہون اس جلسہ کا لطف ہی نہین - جسطرح ہوسکے لے آؤ - پھر رقعہ بھی لکھا - جو جناب کو دیا گیا -

حمید: بھئی منشی صاحب! بھلا نواب صاحب کو اسقدر بہانون کی ضرورت ہی

کیا تھی۔ صاف صاف کیون نہ کہلا بھیجا۔ یہین آ ہی جاتا۔"

عبدالرؤف "جناب! بات یہ ہے کہ وہ جانتے ہین کہ اگرچہ آپ ایسی مجالس مین کبھی کبھی شریک تو ہو جاتے ہین۔ مگر اوپری دل سے۔ اس لیے صرف گانا سننے کے لیے بھلا آپ کیون آنے لگے تھے۔ ابھی پچھلے مہینہ باغیچہ [?] مین جب آپ قوالی کی مجلس سے اُٹھکر لیٹ رہے تھے تو گستاخی معاف! میرا خیال تو اسیدن یہ ہوا تھا کہ آپکو موسیقی سے ذوق نہین ہے"

حمید "مین راگ کا شایق تو ضرور ہون۔ مگر ہان۔ افراط و تفریط نہین پسند کرتا۔ ہر شے ایک حد تک ہونی چاہیے۔ ایک دو گھنٹہ کا اگر شغل ہو تو کیا مضایقہ؟ نہ کہ ساری رات اسی مین گذار دیجائے۔ آخر صحت کا بھی تو کچھ خیال چاہیے"

اس اثنا مین راستہ طے ہوا اور گاڑی نواب صاحب کی ڈیوڑھی کے پاس کھڑی ہوگئی۔ سائیس نے گاڑی کا پٹ کھولا۔ اور مولوی حمید معہ منشی عبدالرؤف کے اندر تشریف لے گئے۔ طبلہ کی تھاپ تو دروازہ ہی پر سنائی دی۔ بڑے کمرہ مین سناٹا تھا۔ آفس میز ایکطرف ہٹا دیا گیا تھا۔ اور فرش پر ایک گاؤ تکیہ کے سہارے نواب صاحب تشریف رکھتے تھے۔ مولوی حمید کو دیکھتے ہی نواب صاحب اُچھل پڑے۔ اُٹھکر بغلگیر ہوے۔ اور بوقت تکلیف دہی کی معافی مانگی۔ یہ بھی واضح رہے۔ کہ اس مجلس مین نواب علی قلی خان انکے ایک رشتہ دار۔ مولوی حمید اور منشی عبدالرؤف کے علاوہ اور کوئی غیر شخص نہ تھا۔

مولوی حمید نے نواب صاحب سے کہا "خیر اسوقت تو آپ نے مجھے دھوکے سے بلا لیا مگر مجھے آیندہ کے لیے کان بھی ہوگئے اب کبھی آپ کے رقعون کا اعتبار نہ ہوگا" نواب صاحب کہنے لگے۔ "بھئی اس مجلس کی رونق بے آپکے نہ تھی۔ اور صرف آپ ہی کی خاطر مین نے اُس چیز کے گھر مین لانے کی ممانعت کر دی جس کیلیے آپ ہر وقت ممانعت کیا کرتے ہین۔"

نواب علی قلی خان کلکتہ کے رؤسا مین سے ہین۔ انکے بڑے بھائی تو ریاست کی دیکھ بھال مین
مین مصروف رہتے ہین۔ یہ رنگون مین مزے سے چینین کیا کرتے ہین۔ لیکن نواب صاحب
کا علمی مذاق نہ صرف اپنے بھائی سے بلکہ عموماً رؤسا سے بڑھا ہوا ہے۔ ہر وقت کتاب کا مطالعہ
کرتے اور تحریر مضامین مین مصروف رہتے ہین۔ یہی سبب ہے کہ مولوی حمید کو بھی نواب صاحب
کے ساتھ خاص انس پیدا ہو گیا ہے۔ نواب علی قلی خان مین ایک سخت عیب ہے جو کسی طرح
قابل عفو نہین۔ مولوی حمید نے ہر چند کوشش کی۔ کہ رفع ہو مگر یہ چھٹتی نہین ہے منھ سے
یہ کافر لگی ہوئی" اس شراب خانہ خراب کا برا ہو۔ جس نے نواب علی قلی خان جیسے قابل شخص
کی قابلیت خاک مین ملا دی۔ اے کاش! علی قلی خان کی شراب چھوٹ جائے۔ مولوی
حمید نے ہر طرح کوشش کی۔ مگر بے سود ہوئی۔ ہان اسقدر ہو گیا۔ کہ مولوی حمید کے سامنے
نہ پی جاتی۔ اسلیے نواب صاحب کے لیے یہ مسئلہ حل کرنا دشوار تھا کہ شراب اور مولوی حمید دونون
مین سے کس سے بنائین اور کس سے بگاڑین ہ کیونکہ دونون مین سے ایک کو بھی وہ چھوڑنا
نہ چاہتے تھے۔ پس ہوتا یہ تھا کہ جب تک مولوی حمید مجلس مین ہوتے شراب قطعاً نہ آتی۔
اور اگر ایسا ہی نواب صاحب کا جی چاہتا تو پیشاب کے بہانہ اُٹھکر غسل خانہ مین جاتے
اور نوکر سے منگا کر پی لیتے۔ مگر باوجود اس اخفا کے مولوی حمید تاڑ ہی جاتے تھے اور اکثر
جب نواب صاحب پیشاب کے بہانہ اُٹھتے تو مولوی حمید کہتے "بلکہ پیشاب سے بھی بدتر"
ساز و ساز ندے درست ہوئے اور بی منی جان نے سامنے بیٹھکر نور کے گلے سے
داغ کی ایک مشہور عاشقانہ غزل گائی۔ آواز نہایت ہی دلکش تھی۔ مگر مضمون عاشقانہ
ہونے کے باعث سوائے منشی عبدالرؤف کے دوسرے اصحاب وہ مزہ نہ حاصل کر سکے
جو ایسے موقع پہ ہوتا ہے۔

علی قلی خان (گانیوالی سے مخاطب ہوکر) "اگر کوئی غالب کی غزل یاد ہو تو سناؤ۔"

منی جان "بہت اچھا حضور۔"

غالب کے اشعار منی جان کی سریلی آواز۔ مولوی حمید اور نواب علی قلی خان جیسے اہل ذوق سننے والے۔ ایک وجد کی کیفیت نہ صرف انسانون بلکہ در و دیوار پر طاری ہوگئی اُسی خوشی کے عالم مین نواب صاحب نے ہارمونیم اپنے سامنے کھینچ لیا اور منی جان سے دوسری غزل کی فرمایش کی جسکی تعمیل کی گئی۔

اب تو اور بھی ستم ہوگیا۔ نواب علی قلی خان ہارمونیم بجانے مین فرد ہین۔ دور دور تک ثانی نہین رکھتے۔ سامعین پر محویت طاری ہی۔ اسوقت ایسی مدہوشی کا عالم ہی کہ بہت کم دیکھا گیا۔ یہ غزل بھی ختم ہوئی۔

مولوی حمید "نواب صاحب! سچ تو یہ ہی کہ یہان بیوقت آنے سے جسقدر تکلیف مجھے ہوئی اسکا کافی سے زیادہ معاوضہ ملگیا۔"

علی قلی خان "واقعی منی جان نے نہایت ہی اچھی آواز پائی ہی۔"

حمید "اور آپکا ہارمونیم کیا کم ہی؟ بھئی کسی فارسی غزل کی تو فرمایش کرو۔"

علی قلی خان (گانیوالی سے) "مولوی صاحب فرماتے ہین کہ فارسی اگر کچھ یاد ہو تو سناؤ۔ حافظ کی کوئی غزل ہوسکے تو بہتر ہے۔"

منی جان "بہتر ہے حضور۔"

منی جان نے "دل می رود ز دستم" والی غزل شروع کی اور خوب خوب تانین لین جسوقت مقطع کے شعر

حافظ بخود نپوشید این خرقۂ مے آلود
اے شیخ پاک دامن معذور دار مارا

کی نوبت آئی۔ مولوی صاحب نے اسے کئی بار پڑھوایا اور لطف مضمون اُٹھایا اور سبحان اللہ وجزاک اللہ کا تار باندھ دیا۔

صبح کے چار بجتے بجتے یہ پرلطف جلسہ ختم ہوا۔ مولوی صاحب باوجود نواب صاحب کے اصرار کے یہاں نہ ٹھہرے۔ بلکہ اُسیوقت گھر تشریف لے گئے۔

چھٹا باب

مونگ پھوٹے

اسیر حرص

نہ چھوٹا زلف سے دل اور نہ دل زلفین ہلانے سے
یہ وہ جنجال تھا جس سے نہ تم نکلے نہ ہم نکلے

مونگ پھوکن۔ ایل ایل ڈی۔ جو آجکل رنگون کے بورڈ آف مجسٹریٹس درجہ دوم کی صدارت پر رونق افروز ہیں اپنے یورپین فیشن کے بنگلے۔ واقع بوٹاٹونگ مین بیٹھا ہوا ایک انگریزی ناول دیکھ رہا ہی اُسکی بی بی اور چھانہ کی پاس والے کمرے مین اپنی دو سہیلیون کے ساتھ بیٹھی چرٹ بنا رہی ہی۔ جس کمرہ مین مونگ پھوکن بیٹھا ہی وہ بالکل یورپین طرز کا آراستہ ہی۔ اسمین اگر کوئی چیز دیسی نظر آتی ہی تو وہ خود مونگ پھوکن کا وجود ہی۔ کیونکہ باوجود اعلیٰ درجہ کے تعلیم یافتہ ہونے کے مونگ پھوکن نے اپنا آبائی لباس تبدیل نہین

کیا ہی۔ دروازہ کھلا اور ایک معزز بہی خیلین اندر داخل ہوا۔

مونگ پھوکن: ہیلو۔ پھوٹے۔ تمنے بہت دیر لگا دی۔ مین پندرہ منٹ سے تمہارا انتظار کر رہا ہون۔

مونگ پھوٹے: ہان پھوکن۔ مجھے دیر تو ضرور ہوئی مگر سب کام بھی ٹھیک ٹھاک کر آیا۔

پھوکن: واللہ

پھوٹے: بالکل سچ۔

پھوکن: آخر وہ کیونکر راہ راست پر آئے؟

پھوٹے: یہی تو بندہ کی کارگذاری ہی۔ آخر وکالت کا امتحان کچھ پڑھ کر دیا تھا۔ اور پھر پندرہ سال پریکٹس کرتی ہوگئی۔ مین نے جاتے ہی وہ روغن قاز ملا اور ایسا شیشہ مین اُتارا کہ بس اُنھین مٹھی ہی مین کر لیا۔

پھوکن: اچھا یہ تو بتاؤ اُنھین سمجھایا کیونکر؟

پھوٹے: سنو۔ مین نے انسے کہا کہ اگرچہ مقدمہ قتل کا ہی مگر مقدمہ کا ڈھانچ قائم کرنا عدالت اولی کا کام ہی کیونکہ پہلے اظہارات بھی ابتدائی عدالت مین لیے جاتے ہین بعد کو اگر ضرورت معلوم ہوتی ہی تو چیف کورٹ مین مقدمہ پیش ہوتا ہی ابتدائی حاکم کو اختیار ہی کہ موافق یا مخالف جیسا چاہے مقدمہ کو رنگ دے۔

پس اس مقدمہ کے خشت اول مسٹر پھوکن کے اختیار مین ہی۔ پہلے اظہارات بھی یہی لینگے جب کہین سشن سپرد ہو کر چیف کورٹ مین مقدمہ پیش ہوگا۔ وہ لوگ کہنے لگے کہ ملزم نے پبلک مین قتل کیا پھر خود بھی اقبالی ہی بھلا اب کیا ہو سکیگا مگر مین نے قانونی اینچ پیچ بتا کر اور

کارگر ہون تو ایسے ایسے ہزارے کتنے آتے جاتے ہین - ایک ایک دن مین دس دس بیس بیس ہزار روپے پیدا کر سکتے ہین ہمت بلند رکھنی چاہیے"

پھوکن "اچھا بڑی ہمت بلند رکھتے ہو - ابکی کہین سے دس ہزار دلواؤ تو البتہ مانتے ہین"

پھوٹے "اچھا تو دس ہزار کا بندوبست کر آیا ہون - تم اطمینان رکھو - مگر یار دوڑ دھوپ اور محنت تو مین کرتا ہون - دردسر مین اُٹھاتا ہون تمھین معلوم نہین صبح سے شام تک کتنی پاپڑ بیلنا پڑتے اور کسقدر خون جگر کھانا پڑتا ہے - ماشہ بھر زبان تم ہلا دیتے ہو - تو نصف حصہ وڑا جاتی ہو آیندہ سے میرا حصہ کچھ زاید کر دو"

پھوکن "درست - بجا ارشاد ہے - خیال کیجیے تو ذمہ داری کسقدر ہے جسقدر آفت ہے وہ تو میری ہی سر پہ ہے تم صرف محنت اور سعی کرتے ہو - مگر حصہ لیکر صاف نکل بھی تو جاتے ہو - کوئی اونچ نیچ آپڑے تم تو صاف نکلجاؤگی بازپرس اور ذمہ داری تو میرے ہی سر ہے - جواب دہی تو مجھی کو کرنا پڑیگی - خیر وہ نیا شکار تو بتاؤ کہ کونسا ہے ؟"

پھوٹے "دراصل وہ شکار تو پرانا ہے - مگر جال نیا ہے (پھوکن کے قریب اپنی کرسی لیجاکر آہستہ سے) دیکھو پھوکن تم جانتے ہو مین قانون دان ہون - اور قانونی ایچ پیچ بخوبی سمجھتا ہون اس قتل کے مقدمہ مین تمھین یاد ہوگا کہ قاتل ابھی لڑکا ہے - اور سول سرجن نے اسکی عمر سولہ سال کی اندر تجویز کی ہے - اس لیے یہ تو ہو ہی نہین سکتا کہ چیف کورٹ سے اوسے سزاے موت ملے - مگر یہ لوگ ایسی بھید گی کیا سمجھین اور اس راز کو کیا جانین - مین نے انھین یہ پٹی پڑہائی کہ اگر دس ہزار روپیہ اور دین تو مسٹر پھوکن کی معرفت سشن جج بہادر کی خدمت مین بہونچا دیے جائینگے اور قاتل کو پھانسی کے عوض دائم الحبس کا حکم ملے گا - جسپر وہ سب لوگ بہت ہی خوش ہین"

پھوکن "بھئی جال تو اچھا پھیلایا اور شکار بھی خوب پھنسا - لیکن نصیب دشمنان اگر

یہ بات سشن جج کے کانون تک پہونچ گئی تو تمھاری خیر بھی نہین اپنا انجام سوچ لو"

چھوٹے "وہان تک بات ہی کیون جانے لگی؟ اسکا انتظام اول ہی سے کیا جائیگا"

پھوکن "وہ کسطرح"

چھوٹے "مین اُنکو تمھارے پاس ہی لیے آتا ہون۔ تم اُنسے کہدینا۔ کہ مین خود آج سشن جج کی کوٹھی پر گیا تھا۔ اُنسے معاملہ بھی طے کر آیا ہون۔ مگر خبردار کسی کو کانون کان خبر نہو۔ اگر سشن جج کے کان مین ذرا بھی بھنک پڑگئی تو تمھاری خیر نہین۔ اسطرح وہ کسی سے ذکر تک نہ کرین گے۔ اور تمھارے سامنے آنے سے اُنکو یقین بھی آجائیگا"

پھوکن "اچھی بات ہو ایسا ہی کرو"

چھوٹے "بلکہ اس معاملہ مین تو آیندہ کے لیے اور ایک مستقل تجویز سوچ رہا ہون۔ یہ تو یقینی ہی۔ کہ لڑکے کو دائم الحبس ہوجائیگا۔ پس اس حکم کے بعد مین یہ کہکر ایک ماہوار رقم اینٹھا کرونگا۔ کہ جیل کے ہیڈ جیلر کی ماہواری رقم معین کرنے سے وہ چھوکرے کو سخت کام نہ دیگا۔ پھوکن تم جانتے ہو کہ یہ امیر لوگ ہین۔ روپیہ پیسہ بہت ہی۔ جسقدر اُنسے مانگا جائے آسانی سے دینے پر طیار ہوجاتے ہین"

پھوکن "مگر اس بارے مین راز افشا ہونیکا بھی تو اندیشہ ہے۔ کیونکہ وہ آپ پر مصر ہون گے۔ لہذا ہمارا جیلر سے سامنا کرادو"

چھوٹے "اس بارے مین بھی مین نے مناسب تجویز سوچ لی ہی۔ ہیڈ جیلر ہمارے دوست ہین نا۔ ایکدن تم جب اُسکے ساتھ شام کو گاڑی مین گھومنے جاؤ۔ تو پھر پھرا کر ان لوگون کی کوٹھی کے سامنے آجاؤ۔ مین تو پہلے سے وہان موجود ہونگا۔ مجھے بلوا لینا جب مین

گاڑی پاس آؤن تو ہیڈ جیلر سے میرا تعارف کرا دینا اور دو چار باتین اِدھر اُدھر کی کر کے اپنی راہ لینا۔ مین اُن لوگون سے کہدونگا کہ جیلر صاحب اس شرط پر یہ معاملہ منظور کرتے ہین کہ جو کچھ کارروائی اس معاملہ مین کیجائے وہ میرے ہی ذریعہ سے باخفا کیجائے۔ اُنھین افشار راز کے ساتھ اپنے ذلت کا سخت اندیشہ رہتا ہے۔ اس لیئے جیلر صاحب ہر کارروائی بڑے سخرم و احتیاط سے کرتے ہین۔ یہ اور اسی قسم کے دو چار گڑھے ہوے فقرے کہہ کر مین اُنھین بخوبی شیشہ مین اُتارونگا۔ شکار پھندے مین پھنس گیا تو نکلکر کہان جا سکتا ہی۔

مجھے یقینی امید ہی کہ وہ ایسا ہی کرنے پر رضامند ہو جائینگے۔ بس پھر کیا ہی۔ بڑی اور دو دو فرے ہین یارو نکے۔

پھوکن (جلدی سے) بلکہ سر کڑہائی مین اور مزے مین املی کی پتی پر۔ بھائی پھوٹے تم بڑے تجربہ کار اور ہوشیار آدمی ہو سچ یہ ہے کہ تمھین بڑی ہی دور کی سوجھتی ہی۔ اور جو تدبیر سوجھتی ہے وہ ایسی کہ پٹ نہ پڑے اصل یہ ہے کہ خدا نے تمھین عجیب دماغ دیا ہی۔

پھوٹے ۔ مطلب تو حصولِ زر ہی۔ کسیطرح بھی ہو۔ ؎

اے زر تو خدا نۂ ولیکن بخدا ستارِ عیوب و قاضی الحاجاتی

پھوکن سنجیدگی سے لیکن اگر یہ کام حسب مراد انجام کو پہونچ گیا تب ایک اور مرحلہ پیش آئیگا۔ جسے آپ بخوبی سمجھ سکتے ہین۔ اور آپ جیسے تجربہ کار شخص کے لیئے ضروری ہی۔ کہ آپ اس سے غافل نہ رہین بلکہ ابھی سے اُسکی فکر بھی کر رکھین۔ تاکہ عین وقت پر ہتھیلی پر سرسون جمانا نہ پڑے۔

پھوٹے ۔ بھئی وہ کون سا مرحلہ ہی؟ ذرا مین تو سنون خوراک والا تو نہین؟

پھوکھن ۔ خوب پہونچے مانتا ہون اوستاد (سرگوشی سے) ملزم کے اعزاکو جب یہ امر معلوم ہو جائیگا کہ جیلر اپنا ہے اور اُس سے کام نکالنے کے حسب دلخواہ وسائل بھی حاصل ہین تو وہ ضرور چاہینگے کہ ملزم کو جیل مین کھانا بھی اچھا ملے ۔ اور ہر طرح کی آسایش جو ہم پہونچ سکے وہ پہونچائی جاوے ۔ اسکے انصرام کے لیے آپنے کیا تدابیر سوچے ہین؟

پھوٹے (لاپرواہی سے) اوہ! یہ کونسی بڑی بات ہی ۔ یہ تو بائین ہاتھ کا کھیل ہی ۔ اگر واقعی انھون نے ایسی خواہش ظاہر کی تو اسکا علاج بھی سہل ہی بلکہ اسمین بھی یارون کا فائدہ ہی ۔ قدرے قلیل سہی ۔ خیر ۔ تمباکو کا تو سہارا ہی ۔

پھوکن ۔ وہ کیا ۔ ؟ آخر مین بھی تو سنون ۔

پھوٹے ۔ اب آپ سے کیا پردہ ہی ۔ لیجیے مین آپ کو سب گُر بتائے دیتا ہون ہم آپ تو ایک ہی تھیلی کے چٹے بٹے ہین ۔ لیجیے مجھسے سنیے جیل کے اسپتال کا ایک ہاسپٹل اسٹنٹ میرا بڑا دوست ہے ۔ برسون مجھسے یکجائی رہی ہی میرے ساتھ ہم پیالہ ہم نوالہ رہا ہی مین اوسکے ذریعہ سے یہ سب بخوبی کام بخوبی کرا دون گا ۔ کچھ رقم بھی نہ صرف کرنا پڑیگی اور نہ کسی کو کان وکان خبر ہوگی ہرہ لگے نہ پھٹکری اور رنگ چوکھا آئے ۔ بلکہ اس حیلہ سے بھی کچھ نہ کچھ رقم ہمارے ہتھے چڑھ جائیگی ۔ مردہ دوزخ مین جائے یا بہشت مین ہمین اپنے حلوے مانڈے سے کام ہی ۔

پھوکن ۔ یار اگر ایسا ہو جائے تو ٹھیک ہی ۔ مگر خوب سوچ سمجھ لو ۔ اور سب پہلو دیکھ بھال لو باقی تحقیق صلاح وہی لقمان را حکمت آموختن است ۔

پھوٹے - اجی سب سمجھا ہی - آپ خوب جانتے ہین کہ مین ہر معاملہ کو ہمیشہ چار چار پہلو سوچتا ہون اور بغیر پکی پوڑھی کیئے کسی بات کا مین جلدی سے ارادہ نہین کر بیٹھتا - ہان - کل کی تاریخ تمھین یاد ہے نہ ؟ کل تمھاری سامنی ٹنی والا مقدمہ پیش ہوگا - جسمین ہم پانسو روپے چکھ چکے ہین - جس شخص پہ اُسنے بازار مین جبرًا بوسہ لینے کا الزام لگایا ہے تم اُسے ضرور بید کی سزا دینا

پھوکن - ہان مجھے خوب یاد ہے -

پھوٹے - اچھا تو مین جاتا ہون -

پھوکن - خدا حافظ -

ساتوان باب

چہ دلاورست دز دے کہ بکف چراغ دارد (حافظ)

"چوری اور سینہ زوری"

برہما کے ڈائرکٹر جنرل کا دفتر دریا کے کنارے میونسپل مارکیٹ کے متصل ایک عالیشان سہ منزلہ عمارت مین ہے - سب سے نیچے کی منزل سے اسٹور روم کا کام لیا جاتا ہے - دوسری منزل پر دفتر ہے - جہان دریا کی طرف کا ایک کمرہ مخصوص سپرنٹنڈنٹ دفتر کے لیے ہے - ایک بڑے ہال مین متعدد کلرک کام کرتے ہین اس ہال کا ایک کونہ لکڑی کے کٹہرے کے ذریعے سے علیحدہ کر دیا گیا ہے جسکے اندر ہیڈ اکاونٹنٹ معہ اپنے دو اسسٹنٹ اکاونٹنٹون کے بیٹھتا ہے - وہین ایک طرف لوہے کا سیف کبس رکھا ہے جسمین سرکاری

سرکاری روپیہ اور خاص خاص کاغذات رکھے جاتے ہین۔ اس کٹھرے
کے باہر کی طرف دفتری کی الماری ہے۔ جسمین وہ اپنے کاغذات اور
دفتر کی مہرین وغیرہ رکھتا ہے۔ تیسری منزل پر صرف دو وسیع کمرے
بنائے گئے ہین جسمین سے دریا کی طرف والے کمرے مین تو ڈائرکٹر
صاحب بہادر کا میز خاص ہے۔ اور دوسری طرف اُنکا اسسٹنٹ
بیٹھتا ہے۔ آجکل ڈائرکٹر جنرل مسٹر جوزف اور اونکے اسسٹنٹ
مسٹر جون ہین۔ آیئے ذرا دیکھین تو کہ سپرنٹنڈنٹی کی کرسی پر کون صاحب
رونق افروز ہین۔ آہا۔ یہ تو ہمارے پرانے دوست مسٹر چونی پرشاد ہین
شاید پی۔ ڈبلو۔ ڈی سے اپنی ملازمت اس محکمہ مین تبدیل کرائی ہوگی
ہان۔ ایسا ہی ہے۔ خوب۔ تب تو ہمین بھی موقع ملے گا۔ کہ ان کے حالات
سے آگاہی حاصل کرین ہیڈ کاونٹنٹ اس دفتر کے نوروزجی نامی ایک
پارسی ہین۔ جن کے دو یورشین اسسٹنٹ برون اور بیک ہین۔ مسٹر
نوروزجی ایک شوقین فیشن ایبل نوجوان ہین اور مروت کا مادہ انمین ضرورت
سے زیادہ ہے۔ یہی سبب ہے۔ کہ دفتر کے بعض کلرک ان سے ہر طرح
سے ہمیشہ فائدہ اُٹھایا کرتے ہین۔ نوروزجی کو اگرچہ معقول تنخواہ ملتی
ہے مگر بچت بہت ہی کم کرتے ہین۔ بلکہ چونکہ مروت کے سبب سے بعض
ہم پیشہ کلرکون کو قرض بھی دیدیتے ہین۔ اسلیئے ان کے پاس نقد رقم اکثر
کم رہتی۔ چنانچہ ہمارے دوست چونی پرشاد نے بھی ان سے پانچسو
روپیہ قرض لیا ہے۔ اور بیک اور برون پر بھی ان کا قرضہ تھا۔ جسمین سے

صرف تیس روپئے رہگئے تھے اور آج ہی رنگون کی تھیٹریکل کمپنی نے اشتہار
دیا۔ کہ جو صاحب فرسٹ کلاس کا ماہواری ٹکٹ خریدنا چاہین۔ اُنسے
صرف تیس روپے ماہوار پیشگی لیئے جائینگے نوروزجی جیسے شوقین کو کب
تاب تھی۔ اشتہار دیکھتے ہی وہی تیس روپے لیکر چپراسی کی معرفت
جھٹ ٹکٹ منگا لیا۔ جسوقت چپراسی نے تھیٹر کا سیزن ٹکٹ لاکر نوروز
جی کو دیا ٹھیک اسیوقت دفتری نے بڑے صاحب کا ایک ارجنٹ تار
روانہ کرنے کے لیئے لاکر دیا۔ اب نوروزجی نے کیش بکس مین دیکھا۔
تو ایک پائی نہ تھی۔ تار ارجنٹ تھا جسکی روانگی ضروری تھی۔ نوروز
جی نے اس خیال سے کہ آفس بند کرکے کہین سے تین روپئے دستگردان
لیکر روانہ کردونگا) تار کا فارم جیب مین ڈال لیا بجتے بجتے
مسٹر بیک نے نوروزجی سے پانچ روپئے دستگردان طلب کیے اس وعدہ
پر کہ تنخواہ مین کاٹ لینا۔ یہان جیسا کہ ناظرین کو معلوم ہوچکا ہے۔
نوروزجی کا کیش بکس دل مفلس کی طرح اسوقت بالکل خالی تھا۔ اسنے
دوست سمجھکر جواب دیا کہ بیک تم جانتے ہو۔ کہ مین تم ہی سے نہین
بلکہ آفس کے ہر ایک ملازم سے اچھو تانہ سلوک کیا کرتا ہون۔ مگر اسوقت
میرے پاس ایک پیسہ بھی نہین ہے۔ تمام سرکاری روپیہ مین خرچ کرچکا ہون
اسلیئے سردست تمھین پانچ روپئے نہین دے سکتا۔ نوروزجی نے اپنے
اسسٹنٹ پر اتنا اعتبار کیا۔ کہ تار کا حال بھی یہ کہکر بتلادیا کہ دیکھو سرکاری
ارجنٹ تار بھی روپیہ نہ ہونے کے سبب سے ابھی تک پڑا ہوا ہے۔ اب

آفس بند کرکے جاونگا۔ تو اُسکا انتظام کرون گا۔

بیک۔ تو اس تار کے خرچہ کے ساتھ ہی میرے لیے بھی پانچ روپئے کا بندوبست کہین سے کردو۔

صرف چار دن کے بعد تنخواہ ملے گی۔ اسوقت مجھے سخت ضرورت ہے۔ تنخواہ ملنے پر فوراً انھین یہ روپیہ ادا کردون گا

نوروزجی۔ تم جانتے ہو مہینہ آخر ہے میرے پاس روپیہ کہان سے آیا۔ تار کے خرچہ کے لیئے بھی مجھے کسی دوست کی جیب ٹٹولنی پڑے گی۔ ورنہ تم خیال کرو خواہ مخواہ مجھے جھوٹ بولنے کی کیا وجہ تھی۔ اور گناہ بے لذت سے مجھے فائدہ ہی کیا تھا۔

بیک۔ (یہ سمجھکر کہ عمداً روپیہ دینے سے انکار کرتا ہی) اچھا آپ کی مرضی۔ مین آپکو زیادہ مجبور نہین کرسکتا۔

انھین باتون مین دو بج گئے ہفتہ کا دن تھا۔ ہیڈ اکاؤنٹنٹ نے جلدی سے حساب کے رجسٹر بند کیے اور آفس سے چلا گیا۔ بیک نے برون سے کچھ مشورہ کیا۔ اور دونون بڑے صاحب کے کمرے مین تیسری منزل پر جا پہونچے جہان صاحب بہادر کام بند کرکے روانگی کے لیے تیار تھے۔ مسٹر بیک نے نہایت ادب سے نوروزجی کے متعلق اسطرح دُر افشانی کی:۔

"حضور! ہم سرکار کے نمک خوار۔ اور خیر خواہ ہین۔ مسٹر نوروزجی اگرچہ ایک حیثیت سے ہمارے افسر ہین مگر بوجہ قومی ہمدردی کے

چارون یعنے جوزف جون بیک اور برون نیچے آئے۔ جس سیف مین کیش رہتا تھا۔ وہ بند تھا۔ اور اُسکی کنجی حسب قاعدہ ہیڈ اکاونٹنٹ اپنے ساتھ لے گیا تھا۔ بیک نے پھر اسجگہ آکر صاحب بہادر کو یقین دلایا کہ سیف مین سب کاغذ ہی کاغذ ہین نقد ایک پیسہ بھی اسمین نہین۔ مسٹر جوزف نے سوچکر یہ تجویز کی ۔ کہ دفتری سے فیتہ اور مہر لیکر سیف کی دونون کنارون پر فیتہ باندھ کر اُسپر لاکھ سے آفس کی مہر لگادی جب اسطرف سے اطمینان ہوگیا تو مسٹر جوزف نے اپنے پرسنل اسسٹنٹ مسٹر جون کو حکم دیا۔ کہ ابھی جاکر نوروزجی کو تلاش کرے اور آیندہ سے لوہے کی سیف کی دونون کنجیان لیکر اپنے پاس رکھے ۔ اور نوروزجی کو حکم دے کہ کل اگرچہ اتوار ہے مگر صبح کو آٹھ بجے آفس مین حاضر ہو۔ مین بھی آونگا ۔ اور تم بھی انسپکٹر پولیس کو اطلاع دیکر موجود رہنا۔ یہ حکم پاکر سب نے اپنے اپنے گھرون کی راہ لی اور آفس بالکل بند ہوگیا ۔ ادہر نوروزجی نے آفس سے نکلتے ہی سب سے پہلے یہ کام کیا۔ کہ اپنے کسی دوست سے تین روپے لیکر سرکاری تار پہلے روانہ کیا اوسکی رسید جیب مین رکھ لی ۔ پھر کہین دوستون کی مجلس مین چلا گیا ۔ مسٹر جون تین بجے کے قریب آفس سے جو نکلے ۔ تو نوروزجی کے گھر پر آئے ۔ نوروزجی نے ایک برہمی عورت گھرمین ڈال لی تھی اور چونکہ نوروزجی کی شادی ابتک نہوئی تھی اسلیئے وہی خانہ داری مین سبب آسایش تھی۔ یہ عورت کسیقدر انگریزی بھی جانتی تھی اُس نے مسٹر جون کو سمجھا دیا کہ نوروزجی گھر پر آکر پھر کہین گھومنے چلے گئے ۔ [illegible]

اب رات سے پہلے اُنکے واپس آنے کی امید نہین۔ مسٹر جون یہ سنکر اُسوقت تو اپنے گھر چلا گیا اور دل مین ارادہ کرتا گیا۔ کہ رات کو پھر آنا ہوگا۔ سات بجے کے قریب نوروزجی گھر آیا۔ اور مسٹر جون کے آنیکا حال سنکر سخت متعجب ہوا۔ مگر کوئی خاص بات سمجھ مین نہ آئی۔ کھانے کے بعد نوروزجی پھر تیار ہوا۔ اور اپنی آشنا سے کہتا گیا۔ کہ مین تھیٹر جاتا ہون۔ اگر ابکی بار کوئی آئے تو وہین کا پتہ دیدینا۔

رات کے دس بجے مسٹر جون معہ ایک یوروپین پولیس انسپکٹر کے نوروزجی کے مکان پر پھر آن موجود ہوا۔ جہان سے وہ تھیٹر ہال کا پتہ سنکر وہین گیا۔ پہلے تو ایک آدمی نوروزجی کے بلانے کے لیے اندر بھیجا نوروز نے یہ سمجھا کہ معلوم نہین کون ہے جواب دیا کہ مین تماشہ چھوڑکر باہر نہین آسکتا۔ آخر مین پولیس انسپکٹر خود اندر گیا اور اُسنے کہا کہ ایک ضروری کام کے لیئے مسٹر جون تمھین بلا رہا ہے۔ چنانچہ نوروزجی باہر آیا اور مسٹر جون سے علیک سلیک کے بعد یہ گفتگو ہوئی۔

مسٹر جون۔ نوروزجی! آفس کے سیف کی کنجیان کہان ہین۔ ؟

نوروزجی۔ جناب! میرے پاس ہین۔

جون۔ مہربانی کرکے کیا تم مجھے کنجی دے سکتے ہو ؟

نوروزجی۔ مجھے دینے مین تو کوئی انکار نہین۔ مگر کنجیان گھر پر ہین مین اپنے ساتھ نہین لایا۔

جون۔ کیا تم ابھی ہماری گاڑی مین سوار ہوکر گھر سے کنجیان

آٹھوان باب

مجلس وعظ

واعظان کین جلوہ برمحراب ومنبر می کنند
چون بخلوت میروند آن کارِ دیگر میکنند

مسعود جسکا ذکر تیسرے باب مین ہو چکا ہے۔ اپنی سبک ٹمٹم پر رات کے آٹھ بجے ایسٹ رنگون سے شہر کی طرف آرہا ہے۔ چاندنی رات اسوقت عجب لطف دے رہی ہے۔ جب وہ جودہ ڈاز کائیل اسٹریٹ کے کونہ پر پہونچا تو چاندنی مین دور سے اُسے اُپنا ہم عمر دوست مشتاق دکھائی دیا۔ مشتاق نے بھی مسعود کو دیکھ لیا قریب پہونچکر مسعود نے ٹمٹم روک لی جب مشتاق نزدیک آیا تو باہم اس طرح گفتگو شروع ہوئی ۔

مسعود۔ کہان؟ کدھر کا قصد ہے؟

مشتاق۔ تم جانتے ہو کہ مین چاندنی کا کسقدر شایق ہون؟ اور آج کیسی شفاف چاندنی ہے؟ ارادہ ہے کہ اسیطرح ٹہلتا ہوا رائل لیک تک چکر لگا آؤن۔

[1] رنگون کے جنوب مین شہر سے کوئی ڈھائی میل کے فاصلہ پر ایک خوشنما جھیل ہے جسکا مفصل ذکر رسالہ الرفیق بابت ماہ جنوری ۱۹۰۶ء مین شایع ہو چکا ہے۔ اُسیکا نام رائل لیک یعنے شاہی جھیل ہے۔

مسعود۔ بہتر تو یہ ہے کہ تم میرے ساتھ سوار ہو لو۔ اور رائل لیک
کی سیر کا ارادہ فسخ کر دو۔

مشتاق۔ تم کہان جا رہے ہو۔؟

مسعود۔ مولوی صاحب کے وعظ مین۔

مشتاق۔ بھئی۔ ہم دنیا دارون کو وعظ و پند سے کیا نسبت؟

مسعود۔ بندہ خدا کے۔ ثواب کا کام ہے روز روز تو ایسے مواقع نصیب
نہین ہوتے۔ کبھی کبھی تو ایسے جلسون مین شریک ہو جایا کرو۔

مشتاق۔ نو نقد نہ تیرہ ادھار مین تو وہ فائدہ چاہتا ہون۔ جو اسی
دنیا مین ہو۔ اس جوانی مین تو عیش اڑا لین۔ جوانی پھر کہان ملے گی۔ جب
بوڑھے ہون گے تو خدا خدا کرین گے۔ دیکھا جائیگا۔

مسعود۔ اور اگر قضا ہی آگئی۔ زندگی کا کیا سہارا خدا جانے کس وقت
مَوت مقدر ہے۔ ؎

در جوانی توبہ کن تا از ندامت برخوری   نیست چون دندان لب خود را گزیدن مشکل است

مشتاق۔ تو خدا کی رحمت مین پناہ لین گے۔

مسعود۔ تم تو بالکل دھریے ہو گئے ہو چلو مین تمھین آج وعظ مین ضرور لیجاؤنگا۔
سگِ اصحابِ کہف روزی چند ؎ پے نیکان گرفت مردم شد

مشتاق۔ نہین تم ہی جاؤ۔ مجھے ایک کام بھی ہے۔

مسعود۔ او ہو! مین اب سمجھا۔ معلوم ہوتا ہے کہ آج کسی سے وعدہ ہے
اسلیئے میرے ساتھ چلوگے تو وعدہ خلافی ہوگی۔ ہے نا؟

مشتاق (سٹ پٹا کر) بھائی اگر تم ایسے ہی بدظن ہو تو مین اپنا ارادہ فسخ کرتا ہون اور تمھارے ساتھ چلا چلتا ہون -

یہ کہکر مشتاق بھی ٹمٹم پر سوار ہو لیا سائیس نے ہاتھ سے گھوڑا چھوڑا۔ اور ٹمٹم روانہ ہوگئی - دو منٹ مین راستہ ختم ہوگیا اور ایک عالیشان منارہ کے پاس مسعود نے اپنی ٹمٹم آہستہ سے روکی باری باری دونون دوست ٹمٹم پر سے اُترے ۔سائیس کو حکم دیا گھر پہ ٹمٹم لیجاؤ۔ واپسی پہ ہم کرایہ کی گاڑی مین آئینگے ۔ دونون نوجوان ایک عظیم الشان مصنوعی دروازہ سے نکلکر مسجد کے صحن مین آئے ۔کثرت چراغان سے مسجد آج بقعۂ نور بنی ہوئی تھی چارون طرف مومی بتیان کنولونمین روشن تھین جھاڑون کے سامنے برقی روشنی مات تھی تمام مسجد مین معہ صحن کے قالین کے فرش بچھے ہوے تھے - دیوارون پر سنہری روپہلی حجابیان آویزان تھین جابجا موقع موقع سے پھولون کے گلدستے ولایتی چینی کے خوش نما گلدانون مین رکھے گئے تھے -جو شخص دروازہ کے اندر داخل ہوتا پہلے اُسکے عطر لگایا جاتا پھر اُسپر گلاب چھڑکا جاتا۔اندر قدم رکھتے ہی خوشبو سے دماغ مہک جاتا تھا۔مسجد کے اندر ابھی سے اسقدر بھیڑ تھی ۔کہ تل دھرنے کو جگہ نہ تھی مگر مسعود اور مشتاق جب اندر داخل ہوے تو حسن اتفاق سے بوڑھے متولی کی نظر اُنپر پڑگئی ۔مسعود کے والد کی وہ بڑی عزت اور توقیر کرتے تھے اسلیے خود آکر مسعود کو معہ اُسکے ساتھی کے بھیڑ بھاڑ سے نکالکر ممبر کے پاس (جہان دیگر علما و معززین پہلے سے بیٹھے تھے) پہونچا کر بٹھا دیا -

ایسے تمھارے خیالات ہون تو وہ احکم الحاکمین کیون نہ ہم پر اپنا قہر نازل کرے اور
ہمارے گناہونکی بدلے طاعون ذخیرہ کیون نہ ہم پر مسلط کرے - اسلام کہان ہے
کتابون مین - مسلمان کہان ہین ؟ قبرون مین نفاق نے کسقدر ہم سب کو گھیر لیا ہے
ذاتی کاوشین - اور خانگی عداوتین سچی اور ضروری باتون مین بھی ہین ایک دوسرے
سے الگ رکھتی ہین - میرے بھائیو - نفاق ایک ایسا مرض ہی جس نے بڑی بڑی
قومین چندہی دنون مین ستیاناس کر کے ملیامیٹ کر دین - یہ بڑا سخت مرض ہی جس
مرض کا مریض کبھی شفایاب نہین ہوتا یاد رکھو ! اختلاف خیالات اور چیز ہے - مگر
مخالفت اور چیز - تمھین اسلام کا وہ واقعہ ابھی تک بھولا نہ ہو گا - جس نے اسلام
کی بنیاد در اصل کھوکھلی کر دی - مگر اُسوقت خیال کرو تو کیسی حقانیت تھی ؟ میری مراد
حضرت علیؓ اور امیر معاویہ کی لڑائی سے ہے - حضرت ابو ہریرہؓ مشہور و معروف صحابی
اُن دنون کھانا ہمیشہ امیر معاویہ کے ساتھ کھاتے تھے - اور لڑائی مین حضرت مولا علیؓ
کرم اللہ وجہہ کے ساتھ شامل ہو کر معاویہ کی ہی فوج کے ساتھ لڑتے تھے - اس پہ
ایک دن امیر معاویہ نے ابو ہریرہؓ سے پوچھا - اسکا کیا سبب ہی - کہ تم کھانا بھی میرا ہی
کھاتے ہو - اور مجھی سے لڑتے ہو - ابو ہریرہ نے جواب دیا کہ "مجھے کھانا تمھارا پسند
آتا ہی اور لڑائی علی کی" سبحان اللہ کسقدر حق گوئی تھی - اور دوسری جانب کسقدر
حق پسندی تھی کہ امیر معاویہ یہ سنکر خاموش ہو گئے - اور ابو ہریرہؓ اپنی عادت پر بدستور
قائم رہے - اسکا نام اختلاف ہی اِسکے برعکس ہم مین آجکل مخالفت کی خو پڑ گئی ہی -
خدا کے لیے اس مخالفت کو چھوڑ دو جو ادبار کی جڑ ہے اور نفاق سے دور رہو - میرے
بھائیو - مین جو کچھ کہ رہا ہون دل کے درد کے سبب سے کہہ رہا ہون - اگر اسپر عمل کروگے

آرام سے زندگی بسر کروگے ورنہ زمانہ تمھین خود بتا دے گا۔ کہ تم کسقدر غلطی پر ہو۔
اُسوقت پچتانے سے کیا ہوگا۔ جب تمھاری حالت بگڑ چکی ہوگی۔ خیال تو کرو۔ تم
خیر الامم ہو۔ سب امتون سے افضل ہو۔ کیا تمکو یہی فضیلت ہی۔ کہ حیوانون کیطرح
آپس مین لڑتے ہو۔ جھگڑتے ہو۔ کتون کی طرح ایک دوسرے پر بھونکتے ہو۔ ایک
دوسرے کو کاٹتے ہو۔ مگر افسوس ہے کہ کتے بھی تمسے افضل ہین۔ انمین وفاداری
تو ہے تم مین وہ بھی نہین۔ وہ اپنے مالک کی فرمانبرداری کرتے ہین۔ تم اپنے
خالق خداوند جل دعلا کے احکام کی تعمیل توا ایکطرف پروا بھی نہین کرتے۔ اے کاش!
اگر تملوگ مالک حقیقی کی اُتنی ہی پروا کرو۔ جتنی کتا اپنے مالک کی کرتا ہی۔ تو یقیناً
تم بخشے جاؤ۔ یا اگر تم مالک وخالق سے اتنا ہی ڈرو۔ جتنا تم اپنے دنیاوی رشتہ دارون
سے ڈرتے ہو۔ تو تم نجات حاصل کرو۔ مگر تمھارے دل سیاہ ہوگئے۔ تپھر ہوگئے
اسلیے ضروری تھا کہ اللہ تعالیٰ تمپر آسمانی آفت نازل کرے کہ گناہون سے باز آؤ
ورنہ تمھاری خیر نہین۔ مین تو متحیر ہون کہ صرف طاعون ہی کیون آیا؟ ہمارے
گناہ اسقدر زیادہ ہوگئے ہین۔ کہ ممکن ہے۔ کہ آسمان ہمپر پھٹ پڑے۔ زمین ہمکو
نگل جاے کوئی آگ آکر ہمکو جلا دے۔ آسمان سے ہم پر پتھر برسین۔ ہم درحقیقت
اسکے مستحق ہین۔

اے میرے بھائیو! اپنے اپنے اعمال اور عقائد درست کرو۔ ایک دوسرے
کے ساتھ ہمدردی کرنا سیکھو۔ ایک دوسرے کے کام آؤ۔ وہی کام کرو۔ جو اسلام
نے سکھائے ہین۔ تاکہ اس بلاے ناگہانی سے نجات حاصل ہو۔ اور اللہ تعالیٰ
آیندہ بھی ایسی خطرناک بلاؤن سے محفوظ رکھے!!

مولوی صاحب نے وعظ ختم فرماکر دعا کے لیے دونون ہاتھ بارگاہ قاضی الحاجات مین اُٹھائے اور نہایت خضوع اور خشوع سے ادعیہ ماثورہ تلاوت کین۔ چونکہ وعظ کے سننے سے حاضرین کا جوش عقیدت اور بھی بڑھگیا تھا۔ اسلیے جیسے ہی دعا ختم ہوئی چارون طرف سے ہزارون آدمی پے درپے مولوی صاحب کے پاس پہونچکر دستبوسی اور مصافحہ کی عزت حاصل کرنے لگے جس سے عجیب دھکا دہکی ہوئی۔ کئی ایک کمزور وناتوان گر پڑے۔ ایک ضعیف ومعمر شخص ایک دھکا کھاکر گر پڑا۔ اور بیہوش ہوگیا۔ جو فوراً باہر لایا گیا۔ اور اسکا علاج کیا گیا۔ مولانا صاحب کثرت دستبوسی ومصافحہ سے اسقدر تھک گئے۔ کہ انھون نے اس وعظ کے ایک ہفتہ کے بعد ایک مخلص سے تذکرتاً فرمایا۔ کہ ابھی تک ہاتھون مین درد اور ورم موجود ہے۔

نوان باب

عشق وشباب

جوانی کی رونق ہے عشق بتان
نہ ہو یہ تو جینے کی لذت کہان

رنگون کے مشہور پولیس اسٹیشن دو زاموزان ؟ ہین آجکل ایک پنشنر فوجی سارجنٹ مسٹر رینالڈ نامی انسپکٹر پولیس ہین۔ یہ صاحب اگرچہ بہت رحمدل آدمی ہین۔ مگر فوجی رعب اور حکمتون سے کام لیکر افسرونکی خوشنودی خوب حاصل کرتے ہین

خوش قسمتی سے آجکل مرزا باقر ترکستانی ان کے ماتحت سارجنٹ ہین - جو ایرانی
مغلون کے ایک معزز خاندان کے رکن ہونے کے علاوہ تعلیم یافتہ بھی ہین، ٹانگو
کے ٹریننگ اسکول سے ابھی تعلیم پاکر آئے ہین - اور یقینی بات ہو کہ سال ہی دو
سال مین انسپکٹری کا درجہ حاصل کرکے آیندہ اپنی ناموری دکھائین - مسٹر
ترکستانی ایک خوشرو نوجوان ہین - رنگ سرخ سفید - سبزہ آغاز - قد موزون بال
البرٹ فیشن - لباس ہمیشہ انگریزی مگر ٹوپی علی العموم سپیدری استعمال کرتے ہین
آجکل اس تھانہ مین بہت بڑے مقدمہ کی تفتیش ہو رہی ہو - کیونکہ دو متمول
چینیون کے ہان دو دو من گانجا اور ہنڈل سپرفیون برآمد ہوئی ہو - ملزم لوگ
اس آفت سے بچنے کے لیے ہزارون روپے پانی کی طرح بہا رہے ہین ہزارون
روپے پولیس کی نذر کیے گئے - مگر تعلیم یافتہ ترکستانی کے مشورہ سے مسٹر رینالڈ
نے بالذات اس معاملہ مین ایسی حرکت سے بالکل اجتناب کیا - انکو خیال تھا کہ اس
مقدمہ مین ملزمون کی سراغرسانی سے گورنمنٹ کی خوشنودی حاصل ہوگی -
اور درجون مین ترقی مستزاد ورنہ مشہور تو یہ ہے کہ مسٹر رینالڈ بڑی رقم تو ایکطرف
دو چار روپیہ بھی رشوت کے نہین چھوڑتے تھے کیونکہ تنخواہ کم تھی اور اخراجات
کثیر شراب کی عادت اسپر طرہ تھی - آجکل مسٹر رینالڈ کو ایک سو پچاس روپیہ تنخواہ
ملتے ہین - اور چونکہ پولیس اسٹیشن کی عمارت مین توڑ پھوڑ کر ترمیم کی جا رہی ہو
اسلیئے رہنے کے لیے کارکس کوارٹر مین سرکار کی طرف سے جگہ ملی ہو - مسٹر رینالڈ
کی بی بی گذشتہ سال فوت ہو چکی - صرف ایک نوجوان لڑکی اس سے یادگار
ہے - ایک آیا اور ایک باورچی (بوائے) اسکے سوا دو ملازم ہین - اس مقدمہ

مین جان توڑ کوشش کیجا رہی ہو - بلکہ کئی بار سپرنٹنڈنٹ اور کمشنر بھی اس
مقدمہ سے دلچسپی ظاہر کر چکے ہین - کہ حق بات ثابت ہو - یہ وہی دو جاپانیز ہین
جنپر پہلے ایک بار گھر مین جوئے خانہ قایم کرنے کا جرم لگایا گیا تھا - مگر ثبوت بہم
نہ ہو سکا - اسلیے چھوٹ گئے - آج مسٹر رینالڈ نے بڑی محنت سے صبح سے لیکر دن کے
بارہ بجے تک سب کام چھوڑ کر یہ کیس تیار کیا - ابھی تک کھانا بھی نہ کھایا تھا -
اسلیے آفس مین مسٹر ترکستانی سے یہ کہکر کہ مین اب پانچ بجے آؤنگا اُسوقت تک
اگر کوئی کام آے تو تم کر لینا - اپنے گھر چلے گئے - صاحب بہادر کے جانے کے
پندرہ ہی منٹ بعد ایک جاپانیز جنٹلمین یہ رپورٹ لیکر آیا - کہ ہماری دوکان مین
ایک سال سے ایک رشین اسسٹنٹ نوکر تھا - جو کل سے غائب ہی - آج معلوم ہوا
کہ دوکان کے کیش بکس مین اٹھارہ سو روپیہ کی گنیان گم ہین - نیز جاپانی شخص نے
یہ بھی رپورٹ دی کہ ہمین معتبر ذرایع سے معلوم ہوا ہے کہ وہ روسی آج بمبئی کے
جہاز پر سوار ہونیوالا ہے - چونکہ یہ معاملہ ذرا نازک تھا - اور ترکستانی اپنے اختیار
محض سے اسمین کوئی قطعی کارروائی نہین کر سکتے تھے - اسلیے مجبوراً - انسپکٹر
صاحب کے گھر پر چلے گئے یہ پہلا دن ہے کہ ترکستانی وہان گئے تھے - اگرچہ
سردی کے دن تھے - مگر رنگون مین دسمبر کی دہوپ بھی بڑی ہی سخت ہوتی ہو
اسلیے مسٹر ترکستانی وہان پہونچتے پہونچتے پسینہ مین شرابور ہوگئے جب یہ وہان
پہونچے تو مسٹر رینالڈ کھانا کھا کر ذری سر درمین ایک آرام کرسی پر نیم دراز تھے -
مس رینالڈ اپنے کمرے مین تھی عرصہ تک فوج مین رہنے کے سبب سے اگرچہ
مس رینالڈ تعلیم سے بہرہ ور نہ ہو سکی تھی - مگر کشیدہ وغیرہ کا کام اپنی متوفی والدہ

سیکھ لیا تھا۔ اسوقت وہ اپنے کمرہ مین بیٹھی سوئی کا کام کر رہی تھی کہ کھڑکی سے
ایک غیر آدمی کو گھر مین داخل ہوتے دیکھا۔ اونھوں نے اپنے اور باپ کے کمرہ کے درمیان
جو دروازہ تھا اسکا پردہ گرا دیا۔ تاکہ باہر کی نظر نہ پڑے۔ مسٹر ترکستانی نے
اس نئے مقدمہ کی اطلاع صاحب بہادر کو کی۔ مقدمہ کے حالات سنکر صاحب
بہادر نے ترکستانی کو کرسی دی۔ اور کہا کہ اب بزنس ہو چکا۔ ٹھہر جاؤ دھوپ سے
آرہے ہو۔ اگر عادت ہو تو ذرا سی شراب پی لو۔ چونکہ مسٹر ترکستانی تھوڑی سی
مقدار مین شراب کے عادی تھے۔ اور اسوقت گرمی بھی خاصی تھی۔ اسلیے
خاموش ہو رہے۔ از راہِ اخلاق صاحب نے بوائے کو بلایا۔ اور برف سوڈا
وغیرہ لانے کا حکم دیا جسکی فوراً تعمیل ہوئی۔ اور مسٹر رینالڈ نے اپنے ہاتھ سے
پہلے تھوڑی سی شراب گلاس مین ڈالی۔ پھر چمچہ سے برف کی ایک ڈلی ڈالی
اور سوڈے کی ایک بوتل انڈیل دی۔ اسیطرح دوسرا گلاس تیار کیا۔ اور
اُنمین سے ایک اٹھا کر ترکستانی کی طرف بڑھا دیا۔ اُسنے لیکر شکریہ ادا کیا۔
اور اندازاً دس منٹ کے اندر دونون نے اپنے اپنے گلاس خالی کر دیے۔
اس سے فراغت پاکر باہر نکلے۔ اور نئے مقدمہ کی تحقیقات کے لیے چلدیے
اس واقعہ کے پانچ دن بعد دسمبر کی ۲۵ تاریخ۔ جسدن حضرت عیسیٰ پیدا ہوئے ہین
مسٹر ترکستانی کی نوکری مین یہ پہلا بڑا دن آیا تھا۔ اور یہ بھی مسٹر رینالڈ جیسے
نیکدل اور شریف پرور افسر کی ماتحتی مین اسلیے اُسنے مناسب سمجھا کہ اُسدن
بیس پچیس [20 25] روپیہ کی ڈالی تیار کر کے مسٹر رینالڈ کے قیام گاہ پر لیجاے۔ چنانچہ
ایسا ہی کیا۔ رینالڈ یہ دیکھکر بہت خوش ہوا۔ اور ترکستانی سے کہنے لگا کہ تم ہرگز

ایسی تکلیف نہ کیا کرو۔ مین تمھین اپنی اولاد کے برابر سمجھتا ہون۔ اور تمسے
کوئی مغائرت نہین رکھنا چاہتا۔ یہ چیزین اس لیے واپس نہین کرتا۔ کہ تم ناراض
نہ ہو جاؤ۔ لیکن آیندہ سوڈالی کے طور پر کوئی چیز لیکے میرے یہان نہ آنا۔ یہ باتین
ہو رہی تھین کہ اپنے کمرہ سے نوجوان اور بلاخیز مس رینالڈ ایک طرف کا پردہ اٹھاکر
اُس کمرہ مین آنے لگی مگر غیر شخص کو دیکھکر جھجک گئی۔ اسپر بوڑھے رینالڈ نے بلایا
اور کہا کہ مین اپنے عزیز اور ماتحت دوست مسٹر ترکستانی سے تمھاری ملاقات
کرانا چاہتا ہون۔ چنانچہ دونون کا تعارف کرا دیا گیا۔ اور آجکی مجلس مین اُن
دونون کے ہمراہ مس رینالڈ بھی شریک رہی۔ کیونکہ خلاف عادت دیگر یورپین
کے مس مذکور ابھی سے ہلکی شراب پینے کی عادی تھی تقریباً دو گھنٹہ کی صحبت
کے بعد ترکستانی نے رخصت کی اجازت مانگی۔ مسٹر رینالڈ نے اس شرط پر
رخصتی اجازت دی کہ سال کے نئے دن یعنی یکم جنوری کو پھر انکے یہان آئے
اور لنچ کی دعوت منظور کرے۔ اور یہ بھی کہ کوئی چیز آجکی طرح آیندہ ہمراہ نہ لائے
ان شرائط پر مسٹر ترکستانی یہان سے رخصت ہوا۔

یکم جنوری کو ہم پھر مسٹر ترکستانی کو مسٹر رینالڈ کے گھر مین دیکھتے ہین اور خاصکر
جب مسٹر رینالڈ کسی کام کے لئے کسی دوسرے کمرے مین جاتے ہین تو مسٹر
ترکستانی مس رینالڈ سے نہایت ہی آزادی سے گفتگو کرتا ہے۔ چنانچہ لنچ کے
بعد جب رخصت کا وقت آیا تو مس مذکور دروازہ تک مسٹر ترکستانی کیساتھ
آئی اور ہاتھ ملاتے وقت اوس سے ملنے کے لیے اپنا اشتیاق ظاہر کرنے لگی۔

اور آیندہ آنے کے لیے وعدہ بھی لے لیا۔

اس واقعہ کو ایک دو ہفتہ بھی نہ گذرے ہونگے کہ مسٹر ترکستانی ایک ضروری کاغذ لیکر دستخط کرانے کے لیے صاحب بہادر کے بنگلہ پر آیا۔ اُسے خیال تھا کہ صاحب بہادر موجود ہون گے مگر وہ اتفاقاً ایک ضروری اور پرائیوٹ کام کے لیے باہر گئے ہوئے تھے۔ مسٹر ترکستانی کو مس رینالڈ نے دور سے آتے دیکھا تو دروازہ سے پیشوائی کی اور اندر لیجا کر کہا کہ والد باہر گئے ہین۔ پھر تپاک سے کرسی دیکر یون کہنے لگی۔

مس رینالڈ۔ مسٹر ترکستانی! افسوس ہی کہ اسوقت گھر مین بالکل شراب نہین۔ جسکے پیش کرنے سے مین محجوب ہون۔ برف و لیمونیڈ پیو گے؟

ترکستانی۔ اوہ مس اگر گھر مین موجود نہین۔ تو آپ چندان فکر نہ کیجیے بلکہ ذرا بوائے کو بلا لیجیے مین ابھی منگا لیتا ہون۔

مس۔ (بوائے کو آواز دیکر) بھلا آپ اسوقت کہان سے منگائینگے۔

ترکستانی (لاپرواہی سی) دوکان سے۔ (اتنے مین بوائے آگیا۔ ترکستانی نے دس روپیہ کا نوٹ دیکر بوائے سے کہا کہ جاؤ دو بوتل شراب لے آؤ)

مس۔ آپ ایسی تکلیف کیون کرتے ہین۔ اس گھر مین تو سب مجھے آپ کی مدارات واجب تھی۔

ترکستانی۔ اوہ تکلیف کیسی؟ یہ تو میرا گھر ہے!

بوائے (مس سے) حضور اجازت ہو تو جاؤن؟

مس۔ (سٹپٹا کر) اچھا جاؤ۔

ترکستانی۔ جلدی آنا (مس سے) ہان یہ تو فرمائیے آپ کے والد کبتک آئینگے؟

مس۔ غالباً دو گھنٹہ مین آجائینگے۔

ترکستانی۔ یہ آپ کو معلوم ہو کہ کہان گئے ہین۔ مجھے اُن سے ایک ضروری کام ہے۔

مس (اپنی کرسی نزدیک لاکر) خیر یہ کام تو ہوتے ہی رہین گے اتنی گھبراہٹ کیا ہے۔ تم تو جیسے میری شکل سے بیزار ہو رہے ہو۔ کہ میرے پاس بیٹھنا تک نہین پسند کرتے۔

ترکستانی۔ لاحول ولاقوۃ یہ آپ سے کسنے کہا۔ مین تو آپ کے پاس بیٹھنا اپنا فخر سمجھتا ہون مگر ڈرتا ہون کہ نتیجہ کچھ اور نہ نکلے۔

اتنے مین بوائے شراب لیکر آگیا۔ مس خود اٹھی دو آئس پروف گلاس لے آئی بوائے کو رخصت کیا اور پہلے اپنے ہاتھ سے ایک گلاس بناکر مسٹر ترکستانی کو پلایا۔ اسکے بعد نصف کے قریب خود پیا۔ ذرا سا سرور ہونے کے بعد دور جاری ہوا۔ اسوقت ترکستانی کی عمر بائیس سال سے زیادہ نہ تھی اور مس بھی اٹھارہ برس سے چند ہی ماہ اوپر تھی دونون نشہ شباب سے مست خوبصورت زندہ دل ہاتھ پاؤن کے مضبوط اوسپر شراب کا سرور سونے مین سہاگہ ایسی حالت مین ناممکن ہے کہ کوئی شخص اپنی طبیعت پر قابو رکھ سکے۔ یہان تک کہ ایک بوتل نصف کے قریب ان دونون نے خالی کی۔ نشہ کی ترنگ مین اور بھی حجاب اُتر گیا۔ آپس مین راز و نیاز کی باتین ہونے لگین چونکہ ترکستانی کی انگریزی بہت اچھی تھی اسلیئے گفتگو مین کوئی دقت نہ تھی۔ مس نے نشیلی آنکھون سے ترکستانی کی طرف ذرا تبسم سے دیکھا کہ اوسکے ہوش و حواس

جو پہلے ہی سے منتشر تھے اور بھی غائب غلا ہو گئے۔ بیخودی مین مسٹر ترکستانی نے اپنے ہاتھ پھیلائے۔ اور مس رینالڈ نے اپنے آپ کو اُس کی آغوش مین دیدیا۔

دسوان باب

سیر و شکار

این شکار افگن نمیدانم بقصدِ خونِ کیست
کردہ از شوخی نیستان را قفس بر شیرہا

بار اسٹریٹ جٹی سے دس جنٹلمین ایک غیر سرکاری لانچ پر سوار ہوئے جن کے ساتھ تین نوکر تھے اور چار ٹوکرون مین مختلف قسم کے کھانیکا سامان تھا ان دس آدمیون مین سے تین شخص تو ہم نے فوراً پہچان لیے۔ نواب علی قلی خان۔ مولوی حمید اور منشی عبدالرؤف۔ ایک اور صاحب بھی کچھ شناسا سے نظر آتے ہین۔ شاید کہین دیکھا ہو۔ ہان ہان اخوب یاد آیا۔ انکو ہم نے مدت ہوئی۔ نواب علی قلی خان کے یہان گانے کی مجلس مین دیکھا تھا۔ نام تو نہین یاد مگر شریف آدمی ہین۔ یہ نواب علی قلیخان کے چھوٹے بھائی ہین انکے علاوہ دو انگریز بھی اس مجلس مین ساتھ ہین۔ ایک زیر آبادی مسلمان محمد حسین نام (المعروف مونگ با) بھی موجود ہین۔ جو رنگون کے سب سے بڑے ہای اسکول کے ہیڈ ماسٹر ہین ایک صاحب بنگالی مسلمان ہین جو رنگون کے معزز ترین رؤسا مین سے ہین ایک اور صاحب ہین۔ جنکو ہم نہین پہچان سکتے اس پارٹی کے ساتھ چار دونالی بندوقون اور بہت سے کارتوسون کا

ہونا ثابت کرتا ہی۔ کہ یہ لوگ دریائی شکار کو جا رہے ہین۔ لانچ نے جٹی چھوڑ دی۔ سارنگ کو حکم دیا گیا کہ چوٹان کی طرف چلے۔ سارنگ نے لانچ کا مُنھ پھیر لیا۔ اور رنگون ریور مین لانچ چلنے لگا۔

مسٹر ہنری (ایک انگریز کا نام) مولوی حمید سے مخاطب ہو کر) مسٹر حمید تمنے ابھی تک ناشتہ نہین کیا۔ کیا تم گھر سے کر آئے ہو؟

حمید۔ نہین تو اتنی جلدی کون کرتا ہ اورون کی تو خبر نہین مگر مین نے اور قلی خان نے تو نہین کیا۔

مونگ با۔ (محمد حسین) اور ہم لوگ بھی تو نہار منھ ہی آئے ہین۔ بھلا چھ بجے صبح کو ناشتہ کہین ہو سکتا ہی۔

نواب علی قلی خان (منشی عبد الرؤف سے) عبد الروف! نوکر سے کہدو۔ کہ ناشتہ جلدی طیار کرے جب تک رنگون ریور کو ہم چھوڑین۔ ناشتہ ہی ہو جائے۔ کھانا تو پھر شکار سامنے آنے سے جلدی نہ کھایا جائے گا۔

عبد الرؤف۔ بہت اچھا جناب!

عبد الرؤف نے جا کر نوکر کو ناشتہ کا حکم دیا۔ اودہر تاشون کے بنڈل کھول لیے گئے اور چار چار آدمی ترپ کھیلنے لگے۔ نواب صاحب اور مولوی عبد الحمید ایک بنچ پر علحدہ بیٹھکر آپس مین بات چیت کرنے لگے۔

علی قلی خان۔ آج تو امید ہی کہ شکار بہت ملے گا۔ سنا ہے چوٹان کے اُسطرف دریا کے کنارے بکثرت شکار ملتا ہی۔

حمید۔ امید تو ہے۔ مگر یہ دو گھنٹہ رنگون ریور کے گذارنے (جسمین شکار کے

مسٹر ہنری تاش کھیلتے کھیلتے اُٹھ کھڑے ہوے۔ اور نواب علی قلی خان سے کہنے لگے نواب صاحب آیئے ذرا آپ کھیلئے۔ مین سگار پیتا ہون۔ نواب صاحب تو تاش کے کھیل مین مشغول ہو گئے۔ اور مسٹر ہنری حمید کے ساتھ باتون مین لگے۔

مسٹر ہنری (اپنی بندوق ہاتھ مین لیکر) مسٹر حمید دیکھئے! یہ بندوق مدت سے میرے ساتھ ہی۔ اور مین اس سے اکثر کارہاے نمایان کر چکا ہون

حمید۔ (بندوق لیکر اور دیکھکر) ہان بندوق تو اچھی نظر آتی ہی۔

ہنری۔ کیا مین آپکی بندوق دیکھ سکتا ہون ؟

حمید۔ ضرور! (نوکر سے) میری بندوق کی پیٹی تو لے آؤ۔

نوکر نے پیٹی لا کر مولوی حمید کے سامنے رکھی۔ اور حمید نے ہنری کی امداد سے اسے کھولا۔ بندوق جوڑی اور ہنری کے ہاتھ مین دیدی۔

ہنری۔ مسٹر حمید۔! آپکی بندوق بھی بہت ہی اچھی ہی۔

حمید۔ ہان یہ بندوق تین سال سے میرے پاس ہی۔ ایکدوست لندن سے میرے لیے لائے تھے۔ ہلکی ہی اور میرا اسپر نشانہ خوب جم گیا ہے۔

ہنری۔ درست! لیکن ساتھ ہی آپکی خود بندوق بھی در اصل اچھی رہے (نال کو روشنی مین دیکھکر) آپنے بندوق کیا صاف رکھی ہے جیسے کوئی فوجی آدمی اپنے ہتیار کو رکھتا ہے۔

حمید۔ مین حتی المقدور یہ بندوق صاف رکھنے کی کوشش کرتا ہون۔ اِس اثنا مین ناشتہ طیار ہو کر سامنے چنا گیا۔ اور بے تکلفی کے ساتھ سب نے ملکر بڑے لطف سے کھایا۔ کھاتے وقت شائستگی سے آپس مین ہنسی مذاق بھی ہوتے رہے۔ قریبًا

نصف گھنٹہ اس شغل مین گذرا اتنے مین اسٹیم لانچ چوٹان کی کھاڑی کے قریب تھا بندوق والون نے اپنی اپنی بندوق سنبھال لی۔ دیگر حضرات نے بھی کنارے سے نظر کی دوربین لگا دین کہ کوئی جانور نظر آئے تو بتلا دین۔ دور سے ایک گروپ اسنیپ ([illegible]) کا نظر آیا۔ لانچ کی چال سست کردی گئی۔ ایک شکاری چھوٹی سی کشتی پر سوار ہو کے گروپ کے نزدیک پہونچا۔ ایک فیر کیا۔ دو اسنیپ گرے۔ پہلا وار تھا خالی نہ گیا۔ کنارے اور پانی کے درمیان دلدل تھی جب تک آدمی وہان پہونچے پہونچے تب تک وہ ختم ہو چکے تھے۔ چونکہ فائر بسم اللہ کہکر کیا گیا تھا اسلیئے مرنے مین کچھ مضائقہ نہ تھا اسنیپ لانچ پر لائے گئے محمد حسین (بونگ بار) نے جب دیکھا۔ کہ ذبح نہین ہوئے تو بہت بگڑے کہ بلا ذبیحہ حرام شکار کون کھائیگا آخر یہ جھگڑا مولوی حمید کے پاس آیا۔ اُنھون نے جواز کے فتوے کے ساتھ یہ بھی کہا کہ اگر محمد حسین کو زیادہ احتیاط ہی۔ تو خود ساتھ رہ کر ذبح کرا جائین۔ محمد حسین نے اُسے منظور کیا۔ اور اپنی ریشمی لنگی اوپر چڑھا کر باندھ لی اب جہان فیر ہوتا محمد حسین بیچارے گرتے پڑتے پانی مین پہونچتے ایک ہاتھ مین چھری ہوتی ایک ہاتھ مین رسی جا کر جانور کو ذبح کرتے اور لاد کر لاتے۔ ادھر تو یہ اس کام مین مشغول تھے ادھر مسٹر ہنری اور نواب علی قلی خان آپسمین باتین کر رہے تھے۔

نواب - مسٹر ہنری! سیر تو مزہ کی ہی۔ مگر افسوس ہے کہ نشہ کا کوئی سامان نہین۔ اسلیئے طبیعت مین سرور نہین۔

ہنری او ہاین نے تو یہ خیال کیا تھا۔ کہ آپ ضرور ساتھ لائے ہونگے۔ آپ تو اسکے سوار ہی نہین سکتے۔

نواب۔ آپ کو معلوم ہی کہ مسٹر حمید ہمارے ساتھ ہین۔ وہ اس سے بہت گھبراتے ہین۔ اور مجھے چونکہ اُن سے خاص خلوص ہے اسلیے مین اپنی اوپر تکلیف گوارا کرلیتا ہون مگر اُنکی آزردگی نہین چاہتا"

ہنری۔ تو کیا اُنکو معلوم نہین۔ کہ آپ پیتے ہین؟

نواب۔ معلوم تو ہی ضرور۔ مگر مین اُنکے سامنے نہین پیتا۔ اور وہ مجھو ہمیشہ سمجھایا کرتے ہین کہ اسے بالکل چھوڑ ہی دو"

ہنری۔ مگر نواب صاحب بے ادبی معاف! جسطرح آپ اسکا استعمال کرتے ہین۔ یہ طریقہ درحقیقت ہی بہی بُرا۔ ہر چیز کی ایک حد ہوتی ہی۔ آپ تو واقعی اس معاملہ مین حد سے گذر گئے ہین جو کسیطرح قابل تحسین نہین۔

نواب۔ آپ سچ کہتے ہین۔ مگر عادت بُری بلا ہے۔ مسٹر حمید کے سمجھانے سے مین نے کئی بار ترک کرنے کا ارادہ کیا مگر کامیاب نہ ہوا۔ کبھی بھی چار روز سے زایدہ صبر نہ کر سکا۔

ہنری۔ نواب صاحب میری یہ مراد نہین۔ کہ آپ اسکا استعمال بالکل ترک کردین۔ بلکہ مین تو آپ جیسے علمی مذاق والے شخص کے لیے جو مطالعہ کا زیادہ شایق ہو۔ اسکی تھوڑی مقدار ضروری سمجھتا ہون۔ مگر رات دن اس مین مشغول رہنا عاقلانہ فعل نہین۔

نواب۔ کسی نے سچ کہا ہے ؎

مے کہ بدنام کند اہل خرد را غلط است
بلکہ خود میشود از صحبت نادان بدنام

مین بھی یہ بات محسوس کرتا ہون۔ سچ یہ ہے۔ کہ یہ چیز در اصل جیسے ہمارے دین اسلام مین منع ہی۔ واقعی بہت ہی بُری چیز ہی۔ اور اوسکے نقصان اسکے فوائد سے زیادہ ہین۔ اسلیے۔ اسکا ترک ہی اولیٰ ہی۔

ہنری۔ اسوقت تو آپ بالکل پادریون کی طرح شراب کی مذمت کر رہی ہین اچھا ہوتا۔ اگر آپ خود بھی اسپر عمل کرتے۔

نواب۔ کرتا۔ اگر کر سکتا۔

ہنری۔ کوشش کیجیے۔

نواب۔ ع چھٹتی نہین ہی منہ سے یہ کافر لگی ہوئی۔

اس اثنا مین مولوی حمید بھی اس طرف آئے۔ اور دونون سے مخاطب ہوکر کہنے لگے "چلیے کھانا تیار ہی چلکر کھا لیجیے"!

نواب۔ اور شکار کیا ہوا۔؟

محمد حسین (آتے ہوئے) چالیس پر تو اسوقت تک مین چھری پھیر چکا ہون۔

نواب۔ بھئی بڑے جلاد ہو!

محمد حسین۔ جی ہان آپ تو شکار مین باتین کرنے آئے ہین۔ اور ہم کام کرنے۔ بھلا اگر ایسا ہی شوق تھا تو یہان تک تکلیف کرنے کی ضرورت ہی کیا تھی گھر ہی مین نہ بیٹھے رہتے۔

نواب۔ بھئی اگر ایسی ہی ناراضگی ہی۔ تو چلو اس دفعہ مین بھی شامل ہوا جاتا ہون۔

محمد حسین - ہان تو اب آپ ذبح کرنے کا کام لیجئے۔ مین تھک گیا ہون اور آرام کرتا ہون -

اتنے مین منشی عبدالرؤف آئے - کہ کھانا سرد ہو رہا ہی - سب لوگ لانچ کے پچھلے حصہ مین چلے گئے - اور کھانا شروع ہوا - شکار مین سے بھی کچھ گوشت پکایا گیا تھا - علاوہ ازین گوشت وغیرہ سب سامان ساتھ آیا تھا - بیس پونڈ برف بھی ساتھ تھی - پُر تکلف کھانا پکایا گیا تھا - جو بڑے مزے کے ساتھ کھایا گیا - اور کھانے کے دوران مین آپس مین بے تکلفی سے خوب ہی گپ شپ ہوتی رہی -

عبدالرؤف - سٹر ہنری کا نشانہ بھی کم خطا کرجاتا ہی - سّو مین سے اسّی تو ضرور ہی لگتے ہین -

محمد حسین - مگر جہان تک میرا خیال ہو مولوی حمید صاحب کا نشانہ ننانوے فی صدی خطا نہین کرتا -

مولوی حمید - بھئی میرے نشانہ کا راز یہ ہے - کہ مین جلدی نہین کرتا جبتک مجھے پورا یقین نہ ہو کہ نشانہ برابر ہے بندوق نہین چلاتا -

عبدالرؤف - مگر جناب مین اسے شکار کے قاعدہ کے خلاف سمجھتا ہون - اسقدر احتیاط سے کام لینا - کہ جبتک شکار بھی اُڑ جائے بڑی غلطی ہی جہان شکار سامنے آیا بس فیر کردیا - پھر انتظار کیسا ؟

مولوی حمید - خواہ نشانہ لگے یا نہ لگے ؟

عبدالرؤف - بھئی - اور کسی سے چاہے صبر ہو مجھسے تو ایسے موقع پر صبر نہین ہوسکتا -

اتنے مین نواب علی قلی خان دوڑتے ہوئے آئے۔ اور محمد حسین سے مخاطب ہوکر کہنے لگے۔ مونگ بابا "بھئی مجھ سے یہ تو ذبح کا کام نہ ہوسکے گا (چھری دیکر) لو اپنی چھری سنبھالو" محمد حسین نے چھری لے لی۔ اور تینون لانچ کے پچھلے حصہ مین گئے۔ نوکر نے کہا "حضور چاء تیار ہے" چار لائی گئی سب نے کھڑے کھڑے کیک کے ایک ایک ٹکڑے کی ساتھ چاء پی۔ اور صلاح یہ ٹھہری کہ اب ہم لوگ بہت دور نکل آئے مین لانچ کو واپس رنگون کی طرف پھیرنا چاہیئے۔ تاکہ آٹھ بجے تک گھرون کو پہونچ جائین۔ سارنگ کو واپسی کا حکم دیا گیا۔ رنگون ریور تک آتے آتے کچھ اور جانور بھی شکار ہوئے۔ چنانچہ جب ریور مین آگر بندوقین بند کی گئین۔ اور محمد حسین المعروف مونگ بانے جانورون کی گنتی کی تو اسی جانور چھوٹے بڑے موجود تھے۔ آٹھ بجکر چالیس منٹ پر شام کو لانچ بار اسٹریٹ جیٹی پر ٹھہرا۔ سب لوگ اُترے اور اپنے اپنے گھرون کو روانہ ہوئے۔

گیارھوان باب

مکافات عمل

گندم از گندم بروید جو ز جو
از مکافات عمل غافل مشو

انوار کا دن ہی صبح کے آٹھ بجے خلاف معمول ڈائرکٹر جنرل کے آفس مین دریا کے کنارے دوسری منزل پر ہیڈ اکاونٹنٹ کے میز کے پاس اسوقت ڈائرکٹر

ایسا خراب اثر ڈالا جو کسی طرح مٹ نہین سکتا۔ افسوس تمھاری ترقی کے دن
اب آگئے تھے۔ اور تمکو چاہیئے تھا۔ کہ ایمانداری اور دیانت فرمانبرداری
اور اطاعت سے کام لیکر کسی اعلی درجہ پر پہونچتے۔ مگر بہت تعجب ہے کہ تم
ایسی ذلیل حرکت کرو۔ جس سے نہ صرف تمھین۔ بلکہ مجھے بھی شرمندگی
حاصل ہو۔ تمھاری یہ خطا ہرگز قابل معافی نہین ہے۔ اور اسکی سزا یہی ہوسکتی
ہر کہ تم دونون کو فورًا موقوف کردیا جائے۔ مگر مجھے تمھاری جوانی پر رحم آتا ہر
اس لیے بنک مین تمھارا تو ایک گریڈ کم کرتا ہون۔ اور برون تمپر پچیس ۲۵ روپے
جرمانہ کرتا ہون۔ اور تمھین متنبہ کرتا ہون کہ آیندہ ہوشیاری سے کام کرو۔
اور اپنا چال چلن درست رکھو۔ مسٹر چونی پرشاد! تم اس مہینہ کی تنخواہ
پران دونون کی تنخواہون مین سے نوروزجی کے مطلوبہ روپے کاٹ کر
نوروزجی کو دے دینا۔

نوروزجی۔ ! تمکو یاد رکھنا چاہیئے۔ کہ تم یہان سرکاری ملازمت مین
ہو۔ تم اپنے آفس والون مین سے کسی سے کبھی لین دین نہ رکھو۔ کیونکہ
ایسا کرنا سرکاری قاعدہ کے بالکل خلاف ہے۔ مین تم کو اس الزام سے
بعزت بری کرتا ہون۔ اور تمھاری دیانت داری۔ محنت اور جفاکشی کا
معترف ہون۔ اور سب سے پہلے موقعہ پر تمھارے لیے ترقی کی کوشش کرونگا
اور مین امید کرتا ہون کہ جو صدمہ تمکو اس واقعہ سے پہونچا ہے۔ تم اُسے بھلا دوگے
اور آج سے اس تمام واقعہ کو کالعدم سمجھوگے۔

بارھوان باب

انکشاف

کیا لطف جو غیر پردہ کھولے
جادو وہ جو سر پہ چڑھ کے بولے

رنگون کے بڑے بڑے ریلوے اسٹیشن سے انیسین کی لوکل گاڑی چھوٹ گئی۔ کہ تین شخص پلیٹ فارم پر آئے۔ گاڑی سامنے جارہی ہے۔ تینون نے سخت افسوس کیا۔ کہ اب پون گھنٹہ اور انتظار کرنا پڑے گا۔ اور تینون ڈیٹنگ روم کا پردہ اُٹھاکر اندر داخل ہو گئے۔ ان تینون سے ہم خوب واقف ہین۔ پہلے مسٹر باقر ترکستانی (آجکل قائم مقام انسپکٹر پولیس) ایک آرام کرسی پر بیٹھ گئے پھر مسٹر نوروزجی اور مونگ بھوٹے بھی ایک ایک کرسی لیکر ڈٹ گئے۔

نوروزجی۔ اسوقت چند منٹون کے توقف سے ہم لوگ رہ گئے۔ کماوٹ مین ہمارا انتظار ہوتا ہوگا۔ سب لوگ باغیچہ مین پہونچ بھی گئے ہونگے۔

ترکستانی۔ واقعی اتوار کا دن ہے۔ نواب علی قلی خان ایسے ہر دلعزیز اور فیاض شخص ہین۔ یون بھی کسی کو بلالین تو فوراً چلا جانا چاہئیے تھا اور آج تو بچہ کی پیدائش کا دھوم دھامی جشن ہے۔ سُنا گیا ہے کہ باغیچہ خوب آراستہ کیا گیا ہے۔

نوروزجی۔ خیر ایک گھنٹہ اور سہی۔ دیر ہوا سو ہوا شرکت جلسہ تو ہو ہی جائیگی۔ صبح کا گھر سے نکلا شام کو واپس آئے تو اُسے بھولا نہین کہتے۔

نوروزجی - آپ دونوں مجبور کرتے ہین - تو خیر ا مجھے سنانے مین کوئی عذر نہین سنیئے! بات یہ ہو کہ جس وقت مسٹر جون نے مجھ سے کنجیان لین اور یہ خبر سنائی تو پاؤن تلے سے زمین نکل گئی اور چند منٹ کے لئے میری عقل بھی فقرو ہو گئی - گھر مین مسٹر جون والے تین روپیون کے سوائے ایک پیسہ بھی نہ تھا - مین نے وہ تین روپئے اپنی بیوی کو دیدیئے - کیونکہ مجھے اندیشہ تھا کہ صبح کو مین جیل خانہ مین ہونگا - تاہم مین ہمت نہین ہارا اور حوصلہ کرکے گھر سے اس خیال سے نکلا - کہ روپیہ کی کچھ فکر ہو جائے - تو ہاتھ پاؤن ہلانے کا موقع ملے - سیدھا اپنے ہموطن دوست مسٹر دادا بھائی بیرسٹر کے پاس پہونچا - اگرچہ اسوقت بارہ بجکر چند ہی منٹ آئے تھے - اور معمولاً اسوقت تک دادا بھائی جاگا کرتے تھے - مگر وہان پہونچکر مجھے معلوم ہوا - کہ وہ آج دس ہی بجے سے سو گئے ہین -

پھوسٹے - (بات کاٹکر) مگر اسپر بھی آپ نہ مانے اور جگا ہی دیا -

نوروزجی - ہان مین نے جگا کر انھین یہ سارا قصہ سنایا - وہ بھی بہت متفکر ہوئے - مین نے کہا - کہ اب افسوس کرنا فضول ہے - اگر ہو سکے تو دو سو روپیہ کا اسوقت کہین سے بندوبست کر دیجئے - شاید بچاؤ کی کوئی صورت نکل آئے - دادا بھائی نے اپنا کیش بکس منگا کر کھولا - تو اسمین پچاس ہی روپئے نکلے اُنھون نے وہ میرے حوالے کرنے چاہے - مین نے کہا کہ اسوقت تو کسی طرح پورے دو سو کا بندوبست ہونا چاہیئے ان پچاس سے کیا کام چلے گا - دادا بھائی کہنے لگے - کہ اسوقت نصف شب کو مین کیا کر سکتا ہون ؟ دن کو ہزار فکرین ہو سکتی ہین -

ممکن تھا۔ کہ آفس کی بتی دفتری کی الماری مین ہوتی جیسا کہ عام آفسون مین دستور ہے یا شاید ختم ہو گئی ہوتی۔

ترکستانی - مونگ پھوٹے! کیا اِنھین سب باتون کی خبر نہ ہوگی۔ جو شخص گھر بناتا ہے دروازہ کا انتظام پہلے کر لیتا ہے۔

نوروزجی - خیر میرا قصہ تو سنیئے۔ بتی جلا کر جیسے ہی مین سیف کے پاس پہونچا دیکھا تو سیف پر فیتہ بندھا اور مہرین لگی ہین۔ مجھے مہرون کا خیال بھی نہ تھا۔ اب میرے آئے حواس غائب ہو گئے۔ ۶۔ کاٹو تو لہو نہین بدن مین۔ مُنہ فق ہو گیا۔ چہرے پر ایک رنگ آتا تھا اور ایک جاتا تھا۔ دو منٹ پہلے جسقدر اپنی خوش قسمتی پر نازان تھا اسوقت اُتنا ہی بدبختی پر لرزان!!!

ارادہ کیا کہ۔ دریا نزدیک ہے کود پڑون۔ اور اس طرح جیل کی مشقت اور کل کی شرمندگی سے نجات پاؤن۔ پھر خیال آیا مہر تو دیکھون کون سی ہے غور سے جو پڑھا تو آفس کی مہر تھی۔ یہ مہر ہمیشہ دفتری کے پاس رہتی تھی۔ جو اُسے اپنی الماری مین رکھتا تھا۔ الماری کے نزدیک گیا تو اُسے بھی مقفل پایا پیڈلاک قفل لگا تھا۔ جسکا کھلنا دشوار۔ غور سے جو دیکھا تو الماری مین املیا لگی ہوئی جسکے پیچ اوپر سے کسے ہوئے تھے۔ مین نے سوچا۔ کہ اگر کوئی ایسی چیز ملے۔ جس سے پیچ کھولیے مین تو الماری مین سے مہر نکال سکتا ہون۔ ہر چند تلاش کیا۔ کوئی ایسی چیز نہ ملی۔ میری میز پر بھی ایک سرکاری چاقو رہتا تھا مین نے اُسے لیا۔ اور میز کی دراز کے بیچ مین ڈالکر زور سے ایکطرف دبایا۔ جس سے چاقو درمیان سے ٹوٹ گیا۔ اور ٹوٹا ہوا نصف حصہ پیچ نکالنے کے کام کے لائق ہو گیا۔

پھوئے - بھئی! سینہ زوری اور چوری کوئی تمسے سیکھ جائے۔

نوروزجی - اس ٹوٹے چاقو سے مین نے وقت کے ساتھ پیچ کھولے۔ مہر نکالی فیتہ لیا۔ لگے ہوے فیتہ کے برابر ناپ کر کاٹا۔ مہر۔ فیتہ۔ لاکھ۔ بتی سامنے رکھکر مین نے احتیاط کے ساتھ مہرین توڑین فیتہ کھولا۔ اور سیف کھولکر خالی تھیلی نکالی جسمین احتیاط سے گن کر ایک سو پچاس روپئے رکھدیئے۔ اور ایک خالی کاغذ مین دس روپے لپیٹ لیا تکرا ایک کونہ مین بکس کے اندر رکھدیئے۔ تار کی رسید اور رودچرس کے ساتھ ٹانگدی۔ اس سے فراغت پاکر مین نے پھر فیتہ باندہا مہرین جیسی پہلے لگی تھین۔ اُسی طرح سے لگائین۔ سیف بند کیا کنجیان جیب مین ڈالین مہر لاکھ وغیرہ دفتری کی الماری مین رکھین۔ اور نکالے ہوے پیچ پھر کسنے لگا۔ لگ توگئے۔ مگر اُکھڑے اُکھڑے رہے۔ اندیشہ تو تھا۔ مگر مین نے خیال کیا کہ کل اتوار کا دن ہے اس طرف کوئی غور کیون کرنے لگا اور مین کل ہی پیچکش منگوا کر اسے درست کرلونگا۔ اور ٹوٹے چاقو کے بدلے نیا چاقو بھی منگالونگا۔

ترکستانی - نوروزجی یار تمنے تو کمال ہی کردیا۔ پیشہ ور چورونکے بھی کان کاٹے

نوروزجی - بھئی مرتا کیا نکرتا۔ خیر مین نے آفس بندکیا اور وہان سے نکلا تو دیکھا کہ میرا اردلی ابھی تک باتون مین مشغول ہے مین چپکے سے نکل گیا۔ اور دوسری طرف سے ہوکر اردلی اور پہرے والے کے پاس آیا۔ اور اردلی سے پوچھنے لگا کہ تم کہان؟ اُسنے جواب دیا۔ کہ اپنے ایک کام کو آیا تھا۔ یہان اس سے باتین کررہا ہون۔ اب گھر جاؤنگا۔ مین نے کہا۔ آؤ میرے ساتھ گاڑی ہے۔ مجھے بھی اُسیطرف جانا ہے چلے چلو۔ وہ میرے ساتھ آیا۔ اور ہم دونون پھر گاڑی

مین سوار ہوکر کنٹونمنٹ کی طرف چلدیئے ۔ راستہ مین مین نے جیب سے دس روپے نکالکر اردلی کو دیئے ۔ جسے لیکر وہ بہت خوش ہوا اُسے اُسکے گھر پر اُتار کر مین سیدہا مسٹر جون کے بنگلہ پر پہونچا ۔ جہان غریب آیا میرا انتظار کر رہی تھی ۔ مین نے اُسے کنجیان حوالہ کین ۔ جس سے وہ روپیہ دیتے وقت سے زیادہ خوش ہوئی ۔ اور جاکر اُسی طرح تکیون کی دہنی جیب مین دھر آئی ۔ مین روانہ ہوکر شہر مین آیا ۔ اپنے گھر سے دو فرلانگ پر گاڑی ٹھیرائی ۔ تاکہ گاڑیبان کو میرا پتہ نہ ملے ۔ کہ مین کون تھا ۔ اُسوقت میری جیب مین صرف پانچ روپیہ تھے جو اُسے دیدیئے ۔ مین روپیہ دیہی رہا تھا کہ اسٹیشن کے گھڑیال نے صبح کے چار بجائے اور مین گھر پہونچکر اطمینان سے سویا ۔

ترکستانی ۔ درحقیقت نوروزجی ۔ تمنے جان پر کھیل کر یہ کام کیا ۔ اور خوب ہی کامیاب ہوئے ۔ جو تمھاری خوش قسمتی ہے ۔

نوروزجی ۔ بھائی اُسوقت میرے دل مین یہ سماگئی کہ جیل مین جانا ہی ہے اپنی طرف سے پوری کوشش کرنی چاہیے ۔ اگر اس کوشش مین پکڑا گیا ۔ تو اسطرح بھی جیل مین جانا ہے ۔ اور سطرح بھی جب جیل ہی گئے ۔ تو دو سال اور چار سال برابر ہین ۔ اسلیے مین نے کوشش کی اور صاف بچ نکلا ۔

ترکستانی ۔ وقت کیا ہے ۔

پھوٹے ۔ ابھی پندرہ منٹ ریل مین باقی ہین ۔ چالاکی تو نوروزجی نے بہت کی اور کامیاب بھی ہوے ۔ مگر ایک دفعہ کا مین اپنا واقعہ سناتا ہون کہ مین ایک ملزم کی طرف سے پیروکار تھا ۔ ضمانت اُسکی نامنظور ہوئی ۔ بلکہ

انھین باتون مین پلیٹ فارم پر ٹرین آگئی۔ تینون آدمی سکنڈ کلاس مین سوار ہوگئے۔

تیرھوان باب

مریض غم

علاج درد دل تمسے مسیحا ہو نہین سکتا
تم اچھا کر نہین سکتے مین اچھا ہو نہین سکتا

مطیعہ اپنے گھر مین ایک چارپائی پر بیمار پڑی ہے۔ مان سرہانے بیٹھی پنکھا جھل رہی ہے۔ اور شریفہ غمگین سامنے کھڑی ہے۔ نوکر نے آکر خبر دی۔ کہ ڈاکٹر صاحب آگئے ہین۔ یہ سنکر پردہ کیا گیا۔ اور ڈاکٹر صاحب اندر بلائے گئے۔

ڈاکٹر صاحب نے نو ایجاد آلات سے مریضہ کا اچھی طرح سے معائنہ کیا۔ اور پھر سوچنے لگے۔ کہ ایک ماہ کی لگاتار کوشش اور علاج سے ابھی تک مرض کا صحیح پتہ نہین لگا۔ سخت تعجب ہے۔ اب مریضہ کی نقاہت بھی روز بروز بڑھتی جاتی ہے بلکہ اب تو مریضہ کی حالت سے گونہ مایوسی ہوتی جاتی ہے (بہت غور کے بعد یہ کہنے لگے کہ "مین ابھی ایک شیشی مین دوا بھیجتا ہون مریضہ کو ایک ایک گھنٹہ کے بعد ایک ایک خوراک پلا دینا" یہ کہکر ڈاکٹر صاحب اپنا بیگ ہاتھ مین لیکے چلتے ہوئے

ڈاکٹر صاحب کی روانگی کے کچھ عرصہ بعد مریضہ نے آنکھ کھول کر والدہ کی طرف دیکھا۔ اور مایوسانہ لہجے مین مسعود اسکی زبان سے نکل گیا۔ زمانہ شناس مان اسطرح مسعود کا نام سنکر اصل مطلب تاڑ گئی۔ اور اسی وقت مسعود کو بلانے کیلئے

مطیعہ۔ (خوش ہوکر) اچھا اب انکار تو نہین کروگے ؟

مسعود۔ (بات ٹالکر) تم تندرست تو ہو جاؤ۔

مطیعہ۔ میری تندرستی تمھارے ساتھ وابستہ ہے۔ تم چاہو تو مجھے اس حالت پر پہونچا کر ایک کلمۂ اقرار سے پھر زندہ کرسکتے ہو۔ اور چاہو تو تندرستی کے بعد پھر ایک انکار سے مار سکتے ہو۔

مسعود۔ مطیعہ! اسوقت علالت کی وجہ سے تمھارا دماغ بھی پریشان ہو رہا ہے۔ اسلیے تم خدا کے لیے ایسی باتین نہ کرو۔ جس سے تمھین تکلیف پہونچے۔ (کچھ سونچکر) جو کچھ تم کہو گی مجھے عذر نہ ہوگا۔

مطیعہ۔ کیا یہ وعدہ پکا ہے ؟

مسعود۔ تم پہلے صحت تو حاصل کرلو۔

مطیعہ۔ مین تو کہہ چکی۔ کہ تمھارے وعدہ پر میری صحت کا دارومدار ہے۔
اتنے مین مطیعہ کی والدہ اندر آگئین۔ اور یہ دیکھکر کہ مطیعہ جسنے ایک ہفتہ سے بات کرنی ہی چھوڑ دی تھی اسوقت باتین کررہی ہے۔ ازحد خوش ہوئین۔

مسعود۔ خالہ! مطیعہ تو بہت ضعیف ہوگئی ہے۔ مارے ضعف کے اس سے تو اچھی طرح بات بھی نہین کیجاتی۔

مطیعہ کی ماں۔ بیٹا! اسوقت تو یہ کچھ باتین بھی کررہی ہے۔ آٹھ روز سے اس نے ایک لفظ بھی کراہنے کے سوا زبان سے نہین نکالی۔

مسعود۔ (ٹالکر) دوا آگئی ہے۔ پلا دیجیے۔ انشاءاللہ بہت جلد صحت ہوگی۔

مطیعہ کی ماں - تم اپنے ہاتھ سے دوائی پلا دو -

مسعود نے شیشی ہلا کر گلاس مین دوائی ڈالی - اور ایک ہاتھ سے مطیعہ کا سر ذرا تکیہ سے اُٹھا کر دوا پلادی - اور خدا حافظ کہکر جانے لگا - چلتے وقت مطیعہ کی والدہ نے روز آنے کی تاکید کی اور مطیعہ کو تو اُسی وقت نصف صحت حاصل ہو گئی - مسعود گھر جاتے جاتے رستہ بھر سوچتا رہا - کہ اس معاملہ مین کیا کیا جائے ؟ اگر بے اعتنائی کرتا ہون تو یقیناً مطیعہ کی جان جاتی ہی - اور حضرت دل شریفہ کی ایک ایک ادا پر لوٹ ہین - عجیب کشمکش کی حالت مین وہ گھر پہونچا - کسی کام کو بھی طبیعت نہ چاہتی تھی بستر پر لیٹ گیا - ذری آنکھ لگ گئی آنکھ لگتے ہی ایسے ایسے پریشان خواب نظر آئے - کہ خوف زدہ ہو کر بڑبڑانے لگا - نوکر نے آواز سنی تو حضور حضور کہکر پکارنے لگا - نوکر کی آواز سے مسعود کی آنکھ کھل گئی - لاحول پڑھکر اُٹھ کھڑا ہوا - ظہر کی نماز کا وقت آگیا تھا وضو کیا - جا نماز بچھائی - اور نماز ادا کی - اسپر بھی بے چین - ہا - چار بجے تک یہی حالت رہی اور کوئی قطعی فیصلہ اپنے دل مین وہ نکر سکا - بلکہ ایک قسم کا سودا ہو گیا - گاڑی تیار کرائی اور کارخانہ مین پہونچا - وہان بھی طبیعت نہ لگی - کشتی لیکر تنہا دریا کی سیر کو روانہ ہوا پہلے عادت تھی کہ مسعود جب کبھی دریا کی سیر کو جاتا - تو تھوڑی دیر کے بعد ملاح کو واپسی کے لیئے کہتا - مگر آج کشتی منکی پوائنٹ کے آگے نکل گئی - اور مسعود کو خبر نہ ہوئی -

ملاح - حضور ایسا نہ ہو کہ اندہیرا ہو جائے - بتی ساتھ نہین ہی اور ہم بہت دور نکل آئے ہین -

مسعود - اچھا کشتی واپس کرو -

لیٹ جاتی۔ مطیعہ کو یقین کامل ہو گیا۔ کہ مسعود نے اپنی رائے تبدیل کر دی ہے
اور اب وہ ضرور اُسکی مراد پوری کریگا۔ اسیطرح کامل ایک مہینہ گذر گیا۔ اب
مطیعہ چلنے پھرنے لگی۔ بلکہ مسعود کے ساتھ اکثر پائین باغ مین ٹہلنے نکلتی اور کئی کئی
چکر باغ کے لگاتی۔ مطیعہ کا شباب کمال پر تھا۔ اگرچہ مسعود بھی اس سے کچھ کم نہ تھا
مگر مسعود جوانی کے شوق کا مزہ چکھ چکا تھا۔ اور مطیعہ کو امنگ ہی امنگ تھی اب
مطیعہ اس جوش سے تقریبًا مغلوب ہو چکی تھی۔ ایک دن اُسنے مسعود سے کہا۔ کہ
مین علیحدہ تم سے کچھ باتین کرنا چاہتی ہون اور خود ہی مکان بھی منتخب کیا۔ کہ تم
رات کو آٹھ بجے پائین باغ مین آکر فلان درخت کے نیچے بنچ پر بیٹھ جانا مین
چپکے سے نکل کر آ جاؤنگی۔ رات اندھیری ہوگی۔ اور ہمین کوئی دیکھ بھی نہ سکیگا۔
مسعود نے آنیکا وعدہ کر لیا اور رخصت ہوا باہر کے برآمدے مین شریفہ تھی شریفہ
سے کچھ باتین ہوئین حسب معمول شریفہ نے محبت اور الفت سے اپنے پاس ایک
کوچ پر بٹھایا۔ اور چلتے وقت اپنے سر سے ایک موتیے کے پھولونکا ہار اُتار کر مسعود
کے گلے مین ڈالدیا مسعود کی عزت یابی نے خود اُسے اپنی نظرون مین عزیز کر دیا۔ اور
خوش خوش گھر پہونچا۔ شام کا وقت تھا۔ گھر مین آتے ہی کھانا کھایا۔ جسکے بعد وہ مطیعہ
کے وعدہ پر غور کرنے لگا۔ اُسنے سوچا اس موقعہ پر جانا خالی از علت نہین۔ ایسا نہو
کہ مجھ سے کوئی بُری حرکت سرزد ہو جائے۔ اور پھر پچھتانا پڑے۔ اسلیے نہجانا ہی بہتر ہے
مطیعہ سے وعدہ خلافی ہوگی۔ اور وہ ضرور ناراض ہوگی۔ مگر رفع شر اسی مین ہے
کہ مین اسوقت وہان نہ جاؤن۔ بلکہ ابھی تھیٹر مین چلا جاؤن کل جاکر معافی مانگ لونگا
کہ ایک دوست زبردستی تماشہ مین لے گئے۔ اس لیے حسب وعدہ نہ آسکا۔ تھیٹر کا

ارادہ کرکے مسعود گھر سے نکل گیا۔ اُدھر مطیعہ حسب وعدہ اندھیرا ہوتے ہی نظر بچا کر پچھلے دروازہ سے نکل کر باغ مین پہونچی۔ اندھیرے مین راستہ کاٹکر مقرر کردہ درخت کے نیچے والے بنچ کے قریب پہونچ گئی اُسوقت اُسکا دل دھڑک رہا تھا۔ ولولے زوروں پر تھے۔ بنچ پر ایک شخص کو لیٹا دیکھکر اوسنے خیال کیا کہ مسعود حسب وعدہ آگیا ہے آہستہ سے مسعود مسعود پکارا وہان سے کوئی جواب تو نہ ملا۔ مگر لیٹنے والے کے بدن کو حرکت ہوئی مطیعہ نے سمجھا کہ مسعود مذاق کر رہا ہے۔ اور عمداً نہین بولتا۔ نزدیک چلی گئی اور (اپنی دانست مین) مسعود کے سینہ پر ہاتھ رکھا اور بار بار اُسے بولنے پر مجبور کیا۔ وہان سے دستی جواب تو ملا۔ مگر زبان سے بالکل خاموشی رہی مطیعہ نے بہت کچھ کہا کہ کیا مین نے تمکو اسوقت آنے کی زحمت دی۔ اسلیئے تم روٹھ گئے ہو۔ ہا مگر مین کیا کرتی اپنے دل سے مجبور ہون تم جانتے ہو کہ اگر تم مجھسے ملنا شروع نہ کرتے تو مین اسوقت تک زندہ بھی نہ رہتی یہ کہکر اُسنے مسعود کا ہاتھ اپنے دل پر رکھکر دل کی دھڑکن کو بتلایا۔ پہلے تو دونون مین بوس و کنار ہوتے رہے آخر اسی جوش مین دونون نوجوانون سے وہ حرکت سرزد ہوئی جسکی تشریح خلاف تہذیب ہے ....

اسوقت خفیف سا ابر آسمان پر تھا۔ بجلی ذرا سی چمکی۔ مطیعہ اب علیحدہ کھڑی ہو چکی تھی اس چمک مین اُسکی نظر اُس شخص کے چہرہ پر جو پڑی۔ تو ہائین مشتاق! بیساختہ اوسکے منہ سے نکلا اور برق صفت پہرتی سے مطیعہ جھپٹی گھر مین داخل ہو گئی۔ اور دل مین سوچنے لگی۔ مسعود نے مجھسے بڑی دغا کی آخر نہ آنا تھا نہ آیا اور مین نے دیکھے دہوکہ مین اپنی عزت عفت اور آبرو پر پانی پھیر دیا۔ اپنا دلی عیب خود ہی مین نے ایک عزیز پر ظاہر کر دیا۔ جو اُسے مشہور کر دیگا اب مین تو کسی کو منہ دکھانے کے قابل بھی نہین رہی۔ آج ہی شریفہ نے چوہون کے مارنے کے لیئے بہت سی سم الفار

گم ہونے پر افسوس کرنے لگا - اسے اب سانولا سے محبت ہو چکی تھی اگر لنکا مین اُسکا
خاوند نہ ہوتا تو یہ اوس سے کب کی شادی کی درخواست کرچکا ہوتا - اب خدا خدا
کرکے خاوند ٹھکانے لگا تو وہ خود غائب ہوگئی ؎

آن یکے خر داشت پالانی نبود　　یافت پالان گرگ خر را در ربود

چونی پرشاد کے لیے یہی موقع ہوسکتا تھا جسمین اسکے سوکھے دھانون پر پانی پڑتا
اسکی دلی آرزوئین پوری ہوتین سانولا سے شادی کرکے اُسکے سادے حسن کی بہار
لوٹتا - یہ معلوم نہ تھا - کہ سانولا کہان چلی گئی - ورنہ ضرور اُسکی تلاش کرتا - چونی پرشاد
اسی افسوس مین مغموم بیٹھا تھا - کہ نوکر نے نوروزجی کے آنے کی اطلاع دی اجازت
پاکر نوروزجی اندر آیا - چونی پرشاد نے مجبوراً خندہ پیشانی سے اسے اچھی جگہ
پر بٹھا دیا - اور باہم یون گفتگو ہوئی -

نوروزجی - اسوقت تکلیف دہی کی معافی مانگتا ہون -

چونی پرشاد - کچھ مضائقہ نہین اپنا گھر ہے - جسوقت چاہو آسکتے ہو
مجھے تو تمھارے آنے سے مسرت ہوئی -

نوروزجی - مین اسوقت ایک خاص غرض سے آیا ہون - مجھے اسوقت
کچھ روپیہ کی ضرورت ہے اور یہ مجھے معلوم ہے کہ آجکل آپکے پاس بھی روپیہ
موجود نہین ہے کہ آپ اس رسید کا فیصلہ کرسکین - جو آپکی میرے پاس موجود ہے -
لہذا مین ایک مشورہ کے لیے حاضر ہوا ہون - میرے دوست پادری صاحب
چند ہی روز ہوئے - ولایت سے رخصت ختم کرکے واپس آئے ہین انکے پاس
روپیہ ہے - اگر آپکی اجازت ہو - تو مین آپ کا ان ڈیمانڈ اُنکے ہاتھ فروخت کرکے

مین تمام عمر آپکا ممنون رہونگا۔

چونی پرشاد۔ بھئی مجھے اسمین کوئی عذر نہین۔ مین حتی الامکان کوشش کرونگا بشرطیکہ ڈائرکٹر جنرل بہادر کو کوئی اعتراض نہو۔

نوروزجی۔ جب آپ کوشش کرین گے تو صاحب بہادر کو بھی محل اعتراض نہوگا۔ اور اس لیئے مجھے امید رکھنی چاہیے کہ یہ کام بھی حسب مراد انجام پائے گا۔

چونی پرشاد۔ غالبًا ایسا ہی ہوگا۔ میری طرف سے آپ مطمئن رہین۔

نوروزجی۔ آپنے اپنے پرانے دفتر کا بھی کچھ حال سنا؟

چونی پرشاد۔ نہین تو؟ کیا ہوا؟

نوروزجی جب آپ اس محکمہ مین تبدیل ہوئے تھے تب آپکو یاد ہوگا۔ کہ آپکی جگھ ایک لمبی داڑھی والے بنگالی مقرر ہوئے تھے۔ آپ بنگالیون کی عادت سے بخوبی واقف ہین۔ جہان ایک جگہ کسی کا قدم جما۔ پھر دوسری قومون کے لیے تمام راستے بند ہوگئے۔ اس خدا کے بندے نے کیا کیا کہ سارے آفس مین بنگالی ہی بنگالی بھر دیئے۔ کہین بڑے صاحب نے اس طرف توجہ کی اور ایک نئی جگھ منظور ہونے پر بنگالی حضرت کی ملت اور سفارش کے خلاف ایک مدراسی ہندو کو مقرر کیا۔ چونکہ اسامی نئی تھی۔ اسکا سامان بھی نیا نکالا گیا بنگالی صاحب کے ایک عزیز کلرک نے مدراسی صاحب سے نیا سامان چھینا چاہا۔ مدراسی بھی کوئی دل چلا معلوم ہوتا ہے۔ اُسنے وہ سامان نہ دیا۔ اور بنگالی سے رپورٹ کی بنگالی نے مدراسی کلرک کو بلا کر ڈانٹا۔ اور جب اُسنے نیا سامان دینے سے انکار کیا تو بنگالی نے اُسے فحش گالی دی۔

چونی پرشاد۔ سخت حماقت کی گالی چہ معنے؟

نوروزجی۔ اسپر مدراسی کو بھی غصہ آگیا۔ اُسنے بنگالی کی لمبی داڑھی پکڑ کر اتنا جھنجھوڑا۔ کہ اُسکے داڑھی کے کئی بال زمین پر آرہے۔ بنگالی وہ بال لیے صاحب پاس پہونچا۔ اور خوب ہی رویا اور ایک طویل عرضی بیچارے مدراسی کے خلاف لکھی۔ صاحب نے وہ عرضی مدراسی کلرک کے پاس جواب کے لیے بھیجی سناگیا۔ کہ اُسنے چہر شیٹ جواب مین مدلل لکھے صاحب نے داڑھی پکڑنے پر مدراسی کو پانچ روپیہ جرمانہ کئے اور ہیڈ کلرک کو بجید جھاڑا کہ تم سخت متعصب ہو لہٰذا ماتحت کو خوش نہین رکھ سکتے۔ نیز اُسے تبدیل کرکے مانڈلے جانیکا حکم دیا۔

چونی پرشاد۔ خوب ہوئی مگر مدراسی بھی کوئی دل چلا معلوم ہوتا ہے جسنے اسقدر حوصلہ کیا۔

نوروزجی۔ بیشک بڑی مردانگی کی مگر ان بنگالیون کا تعصب بھی بلا کا ہے کسی دوسری قوم کو دیکھ ہی نہین سکتے اسکا کیا علاج؟ اس بیچارے کا بھی جی جل گیا آخر اُسنے بنگالی پر غصہ اُتارتے ہی تھے۔

نہ بینی کہ چون گربہ عاجز شود   برآرد بہ چنگال چشم پلنگ

چونی پرشاد۔ خیر معاملہ دلچسپ گذرا۔

نوروزجی۔ برہما مین اب روز بروز ملازمت کا دروازہ بند ہوتا جاتا ہے

چونی پرشاد۔ بھائی تعلیم کا چرچہ اُن ممالک مین۔ مفید ہے جہان انسانیت کے لیئے تعلیم ضروری سمجھی جاے۔ مگر جہان تعلیم کا مدعا صرف ملازمت ہو۔ وہان تعلیم کی زیادتی اسیطرح ملازمت کا دروازہ بھی آخرکار بند کریگی۔

یہ خط پڑھکر جو حالت مسعود کی ہوئی ۔ قلم مین تاب نہین ۔ کہ اسے لکھ سکے ناظرین خصوصاً وہ اصحاب جن کے دلون کو ذرا ابھی محبت سے لگاؤ ہے ۔ خود اندازہ کرلین ۔ کہ ایک سچے عاشق کی دہ سالہ امید و نپر یکبارگی پانی پھر جانے سے اسکی کیا حالت ہوسکتی ہے

مسعود جب واپس آیا تو مشتاق نے کہا میرے پاس گیلری کا ٹکٹ ہے ۔ مین اوپر جاتا ہون ۔ تم محمود کو لیکر اپنی جگہہ چلے جاؤ ۔ مسعود نے کہا کہ اس وقت میری طبیعت دفعتاً خراب ہوگئی ہے اس لیے بغیر تماشہ ختم کیے مین ابھی گھر واپس جاتا ہون ۔ مشتاق نے کہا بھئی اسوقت میرا دل بھی اُچاٹ ہے تماشہ مین جی نہ لگے گا ۔ تمھارے ہی ساتھ مین بھی چلتا ہون ۔ الغرض ایک کرایہ کی گاڑی مین مسعود محمود اور مشتاق تینون سوار ہوگئے ۔ راستہ مین مشتاق نے مسعود کو اپنا شام کا واقعہ خواب کے بہانہ سے (غالباً شرارت سے) سنا دیا ۔ کہ مین نے کل رات کو خواب مین دیکھا مطیعہ کے گھر کے پاس والے باغیچہ مین ایک بنچ پر بیٹھا ہون ۔ مطیعہ تمھین پکارتی ہوئی آئی ۔ .... الی آخرہ اتنے مین میری آنکھ کھل گئی ۔ یہ خواب مشتاق نے اسلیئے انگریزی مین سنایا کہ محمود کچھ نہ سمجھ سکے مشتاق نے ابھی خواب ختم کیا ہی تھا کہ انیسین اسٹریٹ کا کونہ آگیا کوچوان نے گاڑی روکی مشتاق مسعود سے ہاتھ ملاکر رخصت ہوا مسعود اس خواب کی اصلیت کو معاً سمجھ گیا تھا ۔ اور اُسے کامل یقین ہوگیا کہ میری اُسدن نہ جانیکا فائدہ مشتاق کو پہونچ گیا ۔ اور اب مشتاق اپنی جبلی شرارت سے مجھے خواب کے بہانہ سے سب واقعہ سنا گیا ہے گھر پہونچکر جیسے ہی اُسے ایک ماما کی زبانی (جو اُسیوقت مطیعہ کے گھر سے یہ پیغام لیکر آئی تھی) مطیعہ کے زہر کھانے کا حال معلوم ہوا ۔ ویسے ہی اپنے کمرہ مین جاکر بدحواسی کے عالم مین وہ مسہری پر گر پڑا

سولھوان باب

روانگی

بسفر رفتنت مبارک باد   بسلامت روی و باز آئی

نوروزجی نے اپنی عارضی بیوی کو ایک ہفتہ پہلے میمیو روانہ کردیا ہے۔ اور اسوقت گھر مین آزادی کے ساتھ اپنا تمام اسباب باندھ رہا ہے۔ روزمرہ کی ضرورتون سے زائد جو سامان فرنیچر وغیرہ تھا وہ تو بلتھرز کے ہان نیلام بھیج دیا۔ باقی ضروری چیزین کچھ تو لکڑی کے بکسون مین بند کی جارہی ہین اور کچھ رسیون سے باندھکر اوپر سے ٹاٹ لپیٹا جارہا ہے۔ جسقدر کم قیمت اسباب اور کاٹھ کباڑ رہگیا تھا اُسے نوروزجی نے نوکر سے کہکر غریب ہمسایون مین تقسیم کرادیا۔ اسوقت نوروزجی اپنے پھٹنے کے کپڑونکا جائزہ لے رہے ہین۔ اور پھر انے چھانٹ کر الگ کر رہے ہین تاکہ مستحقون مین تقسیم کرے کہ مسٹر جون کی آیا جس سے ہمارے ناظرین بارہوین باب مین انٹرڈیوس ہوچکے ہین۔ اس کمرہ مین داخل ہوئی۔

نوروزجی۔ تم آگئین مین تو تمھارے انتظار ہی مین تھا۔!

آیا۔ حضور جیسے ہی میرے خاوند نے آپکی روانگی کی اطلاع دی۔ مجھے سخت افسوس ہوا اور حضور کے دیکھنے کے لیے لپکی ہوئی آئی۔

نوروزجی۔ افسوس کس بات کا ہو۔ تم اطمینان رکھو۔ مجھے تمہارا احسان عمر بھر یاد رہیگا۔ اور جو سلوک ابتک یہان کرتا رہا ہون میمیو سے بھی کرتا رہون گا۔

آیا - خدا حضور کے اقبال کو بلند کرے - حضور ہی ہمارے مائی باپ ہین -

نوروزجی - (دس روپیہ کا نوٹ دکھا کر) لو اسے رکھ لو - اور وہ (ہاتھ سے اشارہ کرکے) کچھ کپڑے رکھے ہین - انھین لیتی جاؤ - تمھارے شوہر کے پہننے کے قابل ہین -

آیا - حضور ہم پر بہت احسان کر رہے ہین، ہم لوگ سوا اسے آپکی جان و مال کو دعا دینے کے اور کیا خدمت کر سکتے ہین -

نوروزجی - اچھا آیا تم اب اپنے گھر واپس جاؤ مین کھانا کھا کے اسباب کو پھر مکمل کرتا ہون - کیونکہ میرا ارادہ ساڑھے بارہ بجے کی اکسپرس مین روانگی کا ہی -

آیا - بہت اچھا حضور سلام!!

ناظرین کو معلوم ہو کہ نوروزجی اپنا سب اسباب سفر کے لیئے بند کرا چکے ہین صرف ضروری ضروری چیزین اوپر رکھلی گئی ہین - خوش سلیقہ ملازم نے بغیر کسی تکلف کے میز پہ کھانا چنکر اپنے آقا کو اطلاع دی -

نوروزجی آیا کو رخصت کرکے کھانے کی میز پر گیا - نوروزجی اسوقت پتلون اور قمیص پہنے ہوے کھانے پر بیٹھ گیا - ابھی کھانا شروع ہی کیا تھا کہ دربان نے مسٹر ترکستانی انسپکٹر پولیس کے آنے کی اطلاع دی پہلے تو انھین نوروزجی نے باہر ٹھہرانا چاہا - پھر کچھ سوچ کے دربان کو حکم دیا کہ صاحب کو اندر بلا لاؤ - جسکی دربان نے فوراً تعمیل کی اور مسٹر ترکستانی اپنے معمولی لباس مین اندر داخل ہوے - طرفین سے بعد سلام و مزاج پرسی یون گفتگو شروع ہوئی -

نوروزجی - مسٹر ترکستانی! اسوقت میری حالت تو ذرا ملاحظہ کیجئے جیسی کہ

ویسا فرشتہ۔ جیسا کھانا ویسی کھانے والے کی صورت۔ میز تو دیکھیے کیا اچھی سجی ہی۔

ترکستانی۔ یہ تو ظاہر ہے کہ آپ پابرکاب ہین یہ سب سامان آخر صندوقون وغیرہ ہین بند ہوگیا اسوقت تکلف کیونکر ہوسکتا ہی۔

نوروزجی۔ کچھ بھی ہو۔ مگر مین اسوقت آپ کے آنے سے شرمندہ تو ضرور ہوا۔ آپ سے اصرار بھی نہین کرسکتا کہ شریک ہوجائے۔

ترکستانی۔ بھئی شرمندگی کس بات کی؟ اگر مین ابھی کھاکر اپنے گھر سے نہ آیا ہوتا تو بغیر آپ کے اصرار کے شریک ہوجاتا۔ اور اسوقت چونکہ آپ عازم سفر ہین مجھے باوجود آپ کی ترقی پر جانے کی خوشی کے آپ سے علیحدہ ہونے کا رنج بھی ہے۔

نوروزجی۔ رنج تو مجھے بھی ہے۔ مگر اس تغیر وتبدل سے مجھے اپنی ترقی پر جانے کے علاوہ ایک اور مسرت بھی حاصل ہوئی۔

ترکستانی۔ وہ کیا۔؟

نوروزجی۔ ڈاکٹر صاحب نے سپرنٹنڈنٹ کی سفارش پر میری خالی شدہ جگہ میرے چچازاد بھائی کو دیدی۔

ترکستانی۔ خوب! آم کے آم اور گٹھلی کے دام آپ کو دوہری کامیابی حاصل ہوئی۔

نوروزجی۔ خدا کا ہزار ہزار شکر ہی۔ ہان یہ تو فرمایئے۔ مونگ پھوٹے عرصہ سے کیون نہین ملے؟ اُن کا کیا حال ہی؟

ترکستانی۔ کیا حال ہی۔! اپنے کام مین مشغول ہی۔ آجکل برہما مین رشوت ستانیکا بازار گرم ہی۔ خاصکر جب سے چندچھوکرے عدالت کی کرسی پر بیٹھنے لگے۔ پھوٹے انہین سے

بعض سے ملا ہوا ہے ۔ اپنی معرفت اُن کو رشوت دلا دیتا ہے اور خود حصہ دار
رہتا ہے ۔ ہم لوگ کوشش اور محنت سے خون پسینہ ایک کرنے کے بعد مقدمہ
تیار کر کے لے جاتے ہین ۔ وہ جا کر حاکم کا ہاتھ گرم کرا دیتا ہے ۔ اور ملزم صاف
بری ہو جاتا ہے ۔

نوروزجی ۔ مگر رشوت ستانی مین تو سب سے زیادہ پولیس کا محکمہ بدنام ہے ۔

ترکستانی ۔ یہ سچ ہے مین اپنے آپ کو بھی اس سے بری نہین کر سکتا ۔ مگر
ہماری رشوت اس قسم کی ہوتی ہے ۔ کہ رشوت کھا کر مقدمہ کی سچائی ظاہر ہو کر ہمیشہ
سچائی کی طرف جاتے ہین ہمکو رشوت صرف اسلیئے دیجاتی ہے کہ ملزم کو ہمارے ہاتھ سے
تکلیف نہ پہونچے ۔ نہ اسلیئے کہ ملزم چھوٹ جاے ۔ یہ ناتجربہ کار چھوکرے تو رشوت
کھا کر اکثر اوقات ملزم کو بالکل بری کر دیتے ہین ۔ جس سے نقص امن کا اندیشہ ہے ۔

نوروزجی ۔ مگر رشوت تو ہر حالت مین بُری ہے ۔

ترکستانی ۔ لیکن ہم بغیر اسکے رہ بھی نہین سکتے ہماری حالت پر آپ ذرا
غور کیجیئے ہماری تنخواہ پچیس سے شروع ہوتی ہے ۔ پوزیشن ہماری ایک اچھی خاصی گزیٹیڈ
آفیسر کی ہوتی ہے ۔ گاڑی گھوڑا بھی رکھنا پڑتا ہے بعض مقدمات کی تفتیش مین
اپنی جیب سے روپیہ خرچ کرنا ہوتا ہے ۔ وردیون کے روپیہ تک سرکار ہم سے کاٹ
لیتی ہے ۔ رنگون سے مقام مین بمشکل پچھتر روپیہ مین ایک نوکر رکھکر باورچیخانہ کا خرچ
چل سکتا ہے باقی اخراجات کہان سے آئین ؟ اہل عیال کے لیے کیا بچائین ؟ جو رشوت
نہ کھائین ؟ مگر افسوس انپر آتا ہے ۔ کہ سیکڑون روپیہ ماہوار تنخواہ پاکر پھر رشوت
کھاتے ہین ۔

پادری کی آیا- اگر آپ میری کچھ امداد نہین کرسکتے - تو سمجھیئے کہ مجھے سوائے خودکشی کے اور کوئی چارہ نہین -

نوروزجی - اچھا تم باہر ٹھہرو - مین تمھارے لیے کچھ انتظام کرتا ہون -

پادری کی آیا باہر چلی گئی -

ترکستانی - معلوم ہوتا ہے کہ عورت شریف ہی - اور مصیبت کے مارے اسطرح آوارہ ہی - یہ پادری صاحب کونسے ذات شریف ہین ؟

نوروزجی - پادری نیگ مین صاحب - جو یہان کے مغربی حصہ کے ایک مشہور پادری ہین - چند مہینے ہوئے اپنے وطن جرمن سے شادی کرنکے معہ بیوی آے ہین تھو اس آیا کو مدراس سے ہمراہ لائے - پادری میرے بڑے عنایت فرما ہین - اور نیک آدمی ہین - مگر یہ آیا پہلے بھی اسکی چال چلن کی شکایت کرتی تھی - مین نے چند دن اپنے یہان اسے رکھکر سمجھا بجھا کر پھر بھیج دیا تھا -

ترکستانی - بیچارے پادری کا کیا قصور ہی ! آیا کی شکل ہی اس قابل ہو کہ اُسکی پرستش کی جاے -

نوروزجی - کسی دنیا دار سے اگر ایسے حرکت سرزد ہوتی تو چندان مضایقہ نتھا مگر پادری ہوکر ایسی ناشایستہ حرکت !

ترکستانی ؎ واعظان کین جلوہ برمحراب و منبر میکنند
چون بخلوت میروند آن کار دیگر میکنند

نوروزجی - مین خیال کرتا ہون - کہ مسٹر جیونی پرشاد کے نام ایک مفصل رقعہ لکھکر اسے دیدون وہ دو ایک روز مین سمجھا بجھا کر پھر پادری کے گھر اسے روانہ کردین گے - یا

کہین اور نوکری دلوا دین گے۔

ترکستانی - چونی پرشاد پادری صاحب کو جانتے ہین؟

نوروزجی - مین نے تعارف کرا دیا ہے۔ پرسون مین چونی پرشاد کو خود اپنے ساتھ پادری صاحب کے یہان لے گیا تھا اور وہین پادری صاحب سے تعارف کرا دیا تھا۔

ترکستانی - تو یہی بہتر ہو۔ کہ آپ اُنکے نام رقعہ لکھدیجئے مگر جلدی کیجیے۔ گیارہ بج چکے ہین

نوروزجی نے جلدی سے مسٹر چونی پرشاد کے نام ایک خط لکھا اور نوکر کے حوالہ کرکے کہا کہ اس عورت کو چونی پرشاد کے ہان پہونچا کر خط دیکر رسید معہ اسٹیشن پر آئے۔

بعد اسکے ٹھیکہ گاڑی منگوا کر نوروزجی اور ترکستانی معہ اسباب کے اسٹیشن پر پہونچے۔ ٹرین پلیٹ فارم پر آچکی تھی۔ قلیون نے اسباب درجہ مین پہونچا دیا سکنڈ کلاس کا ٹکٹ لیکر نوروزجی سوار ہو گئے۔ اتنے مین نوکر بھی پادری صاحب کی آیا کو چونی پرشاد کے ہان پہونچا کر آگیا۔ اور کہا کہ جناب وہ سوتے تھے اسلیئے خط اور آیا کو اُن کے نوکر کے سپرد کر آیا ہون۔ یہ کہکر نوکرون کے درجہ مین وہ بھی سوار ہو لیا۔ ٹھیک ساڑھے بارہ بجے گارڈ نے سیٹی بجائی سبز جھنڈی تیلائی اور ٹرین چلدی۔ آہستہ آہستہ اسٹیشن سے باہر ہوئی۔ اور مسٹر ترکستانی نے اپنے گھر کی راہ لی۔

سترہوان باب

شادی

عروسی کی شب کی حلاوت تھی حاصل فرحناک تھی روح دل شادمان تھا

رنگون کا مشہور رئیس اگرچہ (جسے سر جارج جانسٹن نے تین لاکھ روپیہ

چونی پرشاد۔ مجھسے کسقدر غفلت ہوئی ۔مین نے ارادہ کیا تھا کہ نور وزجی آج جانے والے ہین۔ اُنھین اسٹیشن تک پہونچا آؤن ۔مگر ایسا غافل سو گیا۔ کہ وہان تک بھی نہ جا سکا اپنے دل مین وہ کیا کہتے ہونگے ۔

نوکر۔ حضور! اگر آپ مجھسے فرما دیتے تو مین اُسوقت حضور کو ضرور جگا دیتا۔

چونی پرشاد۔ خیر! نور وزجی کا خط کہان ہی۔

نوکر میز پر سے خط اٹھا لایا ۔ اور چونی پرشاد کے ہاتھ مین دیا ۔

چونی پرشاد پھر آرام کرسی پر لیٹ گیا ۔ اور خط کا لفافہ چاک کر کے خط پڑھنے لگا جسکا مضمون یہہ تھا۔

مائی ڈیر مسٹر چونی پرشاد ۔!

مین آپ سے معافی چاہتا ہون کہ اسوقت میمبو روانہ ہوتے ہوے ملاقات کے لیے حاضر خدمت نہو سکا ۔ اسقدر جلدی تہی کہ اچھی طرح سے اسباب وغیرہ بھی مین نہ باندھ سکا ۔ آپکی عنایت کا جو آپ نے مجھسے غریب الوطن پر کی ہین ۔ خاصکر میری قائم مقامی کے متعلق اسکے لیے تا زیست مشکور رہونگا ۔ اسوقت اس خط کے لکھنے کا سبب یہہ ہی۔ کہ میرے آپ کے مشترکہ دوست پادری نگیمین صاحب کی آیا ایک دفعہ پہلے بھی اُنسے جھگڑ کر میرے پاس آئی تھی ۔ یہ عورت شریف نظر آتی ہی ۔چونکہ عورت جوان اور حسین ہی اسلیے پادری کی بھی اسپر نگاہ پڑتی ہی جسکی تصدیق اسطرح سی ہوئی ۔ کہ پادری صاحب سے جب پچھلی بار مین نے اس عورت کو علیحدہ کردینے کے لیے کہا تو انھین یہ منظور نہین ہوا ۔ چنانچہ مین نے سمجھا بجھا کر یہ عورت پھر اونکے ہان بھیجدی آج اسوقت یہ پھر فریاد لیکر آئی ہی ۔ کہ پادری صاحب اپنا تقدس بالائے طاق رکھکر پھر آمادہ عصمت دری ہوئے ہین ۔ مین چونکہ روانہ ہونے کے لیے طیار ہون

ہوگی ۔تیرے نیک دل ہین میرا خیال آیا ہوگا ۔ اگر مجھے یہ معلوم ہوتا کہ اسوقت تو نے مجھے یاد کیا تھا ۔ تو مین اپنے آپ کو بڑا ہی خوش قسمت سمجھتا، اب چونکہ مجھے ....
.... چونی پرشاد کی اس خیالی خبط کو نوکر کی اس آواز نے قطع کیا ۔ کہ حضور! پانی تیار ہے ۔ طاول اور صابون بھی غسلخانہ ہین رکھدیا ہے۔" یہ سنکر چونی پرشاد اٹھا کپڑے اُتار کر ایک جاپانی لمبا گون پھنا ۔ اور غسلخانہ ہین داخل ہوا غسل سے فراغت پاکر چونی پرشاد نے ایک قدآدم آئینہ کے سامنے کھڑے ہوکر اپنے بالون ہین کنگھی کی اور نوکر کی امداد سے کپڑے پھننے شروع کیئے ۔ قمیص اور دروازہ کے اوپر سے آسامی ریشم کا ایک سوٹ پہنا ۔ نوکر نے میز پر ناشتہ چنا ۔ جسمین زیادہ تر میوہ جات تھے ۔

چونی پرشاد (نوکر سے) مونگ پھوکن صاحب نے کب آنیکا وعدہ کیا تھا؟

نوکر ۔ حضور! ٹھیک دو بجے ۔

چونی پرشاد ۔ مگر اب تو دو بجکر پنتالیس منٹ آگئے ہین ۔ ابھی تک نہین آئے ۔

نوکر ۔ حضور آتے ہی ہونگے ۔

چونی پرشاد ۔ ہین ناشتہ کے لیے اُنکا زیادہ انتظار نہین کرسکتا ۔ لیکن تم خیال رکھنا ۔ اگر وہ بعد ہین آئے تو کیک اور چائے کے ساتھ کچھ پھل بھی طیار رکھنا ۔

نوکر ۔ بہت ۔ اچھا حضور ۔

چونی پرشاد نے ناشتہ شروع کیا ۔ اگرچہ اسوقت تک اس کے دل سے سانولا کا خیال نہ گیا تھا ۔ مگر اس خیال نے ناشتہ کرنے ہین کچھ کمی نہ ہونے دی ۔ چونی پرشاد نے مناسب طور پر ناشتہ کیا ۔ اور اُٹھ کر لکھنے کی میز کے پاس ایک کرسی پر آبیٹھا ۔ چند دوستون کے خطوط آئے ہوئے تھے ۔ اُن کے جوابات لکھے آفس کا کچھ کام آج چھٹی کا

دن ہجکر ساتھ تھا۔ اُسے ختم کیا۔ قریبا ساڑھے تین کا وقت آگیا مگر موہنگ چوکن ابھی تک نہ آے۔ چونی پرشاد پھر آرام کرسی پر لیٹ گیا اور نور و زجی کے خط کو جو کرسی کے بازو پر رکھا تھا۔ دوبارہ پڑھکر نوکر کو آواز دی۔

نوکر۔ (آکر) حاضر خداوند!

چونی پرشاد۔ اس عورت کو کھانا وغیرہ کھلادیا تھا؟

نوکر۔ جی ہان اچھی طرح سے۔

چونی پرشاد۔ تو اسے یہان میرے سامنے لے آو۔

نوکر۔ حضور! خدا جانے اُسے کیا صدمہ پہنچا ہے زار و قطار رو رہی ہے۔

چونی پرشاد۔ میرے سامنے لے آؤ مین اُس سے خود ہی سب کچھ پوچھ لون گا۔

نوکر گیا اور پادری صاحب کی آیا کو ساتھ لیکر واپس آیا۔ چونی پرشاد کی نگاہ جیسے ہی آیا پر پڑی۔ بیساختہ اُسکی زبان سے نکل گیا۔ ایں! سانولا!!

انیسوان باب

مریض عشق

مریض عشق پر رحمت خدا کی ۔۔۔ مرض بڑھتا گیا جون جون دوا کی

آہ دنیا مین کسیکا اعتبار نہین! ساری دنیا بے وفا! تمام عالم دغاباز!! جو سلوک مجھسے ہوا ہے سب سے ہوتا ہوگا۔ ان حسینوں کا ذرا بھروسہ نہین۔ یہ پہلے درجے کے ظالم ہین۔ فریبی ہین۔ جلانے والے نہین جلانے والے ہین۔ مگر نہین ان سب کو ایک ہی لاٹھی ہانکنا بھی سخت غلطی ہے۔ ان مین باوفا بھی ہین۔ سادہ لوح

بھی ہین ۔ دلدار بھی ہین ۔ اوہ مطیعہ! مین تجھسے شرمندہ ہون ۔ تجھے میری ذات سے
کیا کیا مصیبتین پہونچین ۔ میری وجہ سے تو بے آبرو ہوئی ۔ میری سبب سے تجھے زہر کھانا
پڑا ۔ مجھے اب تیری قدر معلوم ہوئی ۔ اب تیری محبت کو پہچانا ۔ اب تیری وفاداری کو
سمجھا ۔ جب چڑیان چگ گئین کھیت "

او ظالم ش ر .... نہین نہین تو اس قابل نہین رہی کہ مین تیرا نام لون ۔ دغاباز ۔
فسون ساز فریبی ظاہر کچھ باطن کچھ ۔ تجھکو ایک مسلمان لڑکی ہوکر کافر اور مشرک سے
محبت کرتے شرم نہ آئی ۔ مین تجھپر فدا تھا تیرا عاشق زار تھا ۔ تیرے شمع رو پر پروانہ تھا ۔
مگر یہ خبر نہ تھی ۔ "جس پہ ہم مرتے ہین دل اُسکا کسی پر زار ہے "

اگر تجھے یہی منظور تھا ۔ تو مجھے دہوکہ مین کیون رکھا ؟ مجھ سے کیون بناوٹ کی باتین کرتی
رہی ۔ میری ناز برداری کی خوب قدر کی ۔ میری خدمت کا خوب صلہ دیا ۔ میری محبت کا
خوب جواب دیا ۔ اے محبت! خانہ خراب محبت! تو نے سیکڑون گھر برباد کیے ۔ ہزارون
کو رسوا کیا ۔ لاکھون کو بے خانمان کیا ۔ آہ تو نے میرے دلکو بُری طرح تاکا ۔ ظالم محبت تو نے
مجھے کہین کا نہ رکھا ۔ اب کیا کرون ؟ کیونکر کرون ؟ چاہتا ہون کہ دونون کا خیال دل سے
نکل جائے مگر ہو نہین سکتا ۔ ایک کی بیوفائی قبر مین بھی آرام نہ لینے دے گی ۔ دوسرے
کی دفا حشر مین بھی اُس کے سامنے نہ ہونے دیگی ۔ آخر دلکو سنبھالون تو کیونکر ؟ اس مرض
کی شفا پاؤن تو کیسے ؟ ڈاکٹر علاج کرتے ہین حکیم دوائین دیتے ہین ۔ مگر انھین میرے مرض
کا کیا پتہ ؟ اونکو میری بیتابی کے سبب کی کیا خبر ؟ وہ جسمانی مرض کو اچھا کر سکتے ہین ۔ مگر روحانی
بیمار کا کیا علاج ؟ داغ جگر کو کون اچھا کر سکتا ہے ۔ دل کی لگی کون بجھا سکتا ہے ۔ اُس اگن
کے کاٹے کا کوئی علاج نہین اور اس زبردست نشہ کا کوئی اُتار نہین اے کاش! اب

مجھے موت ہی آجائے اور اس کشمکس سے نجات پاؤن - اے موت آ ! اور میری مصیبتون کا خاتمہ کر، اے موت اب تو ہی میری نزار حالت پر رحم کھا اور جلد اپنے کام مین مشغول ہو - مگر مثل مشہور ہے کہ مانگے سے موت بھی نہین آتی" "آہ اسقدر بیکس ! مرنا بھی میرے اختیار مین نہین"

اب مسعود کی آنکھون سے بے اختیار آنسو جاری ہوگئے (جو اپنی مسہری پر لیٹا ہوا دل سے مندرجۂ بالا گفتگو کر رہا تھا) مسعود کا بوڑھا باپ سامنے ایک کرسی پر بیٹھا ہوا بیٹے کی ازخود رفتگی کی حالت کو بہ افسوس دیکھ رہا تھا مسعود کے آنسو جاری دیکھکر اُس سے نہ رہا گیا اُسکے بھی آنسو نکل آئے - یہ سمجھکر کہ مسعود بیماری کی تکلیف کی وجہ سے رو رہا ہے اس طرح گویا ہوا -

باپ، بیٹا مسعود ! تمھاری بیماری نے مجھے بھی قریب المرگ کر دیا ہے حکیم اور ڈاکٹر جس ہمدردی سے علاج کر رہے ہین، ظاہر ہے، مگر تمھارے مرض مین ذرا افاقہ نہین ہوتا بلکہ روز بروز بڑھ رہا ہے بیٹا ! مین نماز کے بعد ہر وقت یہ دعا بارگاہ رب العالمین سے مانگتا رہتا ہون - کہ تمھاری بلا مجھ پر پڑے مین اب اپنی عمر کو پہونچ گیا ہون - دنیا کے عیش و نشاط پورے کر چکا ہون - مجھے اب کوئی ہوس باقی نہین رہی - سوائے اسکے کہ تمکو خوش اور تندرست دیکھون -

مسعود - ابا جان ! ایسا نہ کہیے اس سے مجھے اور اذیت ہوتی ہے - خداوند کریم آپکا سایہ میرے سر پر قایم رکھے - دعا کیجیے کہ اللہ تعالےٰ مجھے شفا دے اور اگر مرنا ہی ہے تو ایمان سے مارے -

اتنے مین نوکر نے آکر اطلاع دی کہ مولوی حمید صاحب تشریف لائے ہین -

باپ - مسعود ! یہ مولوی حمید صاحب کون بزرگ ہین؟ جنھین تمنے بلوایا ہے

مسعود - ابا جان مین بھی ان سے چندان واقف نہین - صرف ایک دن کسی مجلس مین دیکھا تھا - سنا ہی کہ یہان کے عربی مدرسہ کے مدرس اعلیٰ ہو کر آے ہین اور نہایت نیک آدمی ہین - حکمت مین بھی کچھ دخل رکھتے ہین - مین نے اس لیے بلایا ہی کہ شاید انھین کے ہاتھ سے شفا ہو جاے -

باپ - بہت اچھا بیٹا ! خدا ایسا ہی کرے - مین جاکر نماز وغیرہ سے فراغت کرآؤن تم اتنی دیر انھین سے بات چیت کرو -

یہ کہکر بوڑھا شریف آدمی دوسرے کمرہ سے گذر کر اندر چلا گیا - اور نوکر مولوی حمید کو اس کمرہ مین لے آیا - جو مسعود کے اشارہ سے اس کرسی پر بیٹھ گئے - جس پر سے اُسکا باپ ابھی اُٹھکر گیا تھا ،

مسعود - جناب مولوی صاحب ! تکلیف دہی کی [illegible] چاہتا ہون اگرچہ مجھے آپسے صرف ایک ہی دفعہ وہ بھی ایک عام مجلس مین نیاز حاصل کرنے کا موقعہ ملا - مگر عرصہ سے اشتیاق تھا کہ کسی وقت مفصل طور پر گفتگو کا موقعہ ملے -

حمید - یہ محض آپ کی عنایت ہی ، ورنہ من آنم کہ من دانم ! آپکے والد ماجد کے اخلاق اور آپکے اوصاف حمیدہ سُن سُن کر مجھی خود عرصہ سے اشتیاق تھا - مگر چونکہ میری عادت عموماً زیادہ تر ربط و ضبط بڑھانے کی نہین علاوہ اسکے عدیم الفرصت بھی رہتا ہون - اسلیئے مین خود ابتدا نہ کر سکا اور آپکی اس سخت علالت کا مجھے بیحد افسوس ہے فرمائیے اب کیا حال ہی -

مسعود - کیا عرض کرون مولوی صاحب ! روز بروز صاحب فراش ہوتا جاتا ہون ، ڈاکٹر حکیم کئی تبدیل کیئے گئے - دوائی پیتے پیتے تھک گیا مگر نقاہت ہے کہ روز بروز

سوحان روح بنا ہوا ہو آپکے دل سے نکل جائے۔

مسعود، جنا...............

حمید (بات کاٹکر) اور یہ بھی مین جانتا ہون۔ کہ یہ خیال جانا محال ہو نہین، بلکہ ناممکن ہے۔

مسعود، مجھے افسوس ہونے لگا تھا کہ آپ نے بھی ناصح ہی بننا پسند کیا، لیکن شکر ہو کہ آپ اس درد سے واقف ہین۔ جب یہ ناممکن ہو۔ تو مین کیسے اس ناممکن کو ممکن کردون؟

حمید۔ چونکہ آپکو سخت ناکامی ہوئی ہو اسکا نتیجہ یہ ہونا چاہیئے تھا کہ آپ کی طبیعت اس طرف سے خود بخود ہٹ جاتی اور اب مجھے یقین ہے کہ آہستہ آہستہ یہ خیال ضرور کم ہو جائے گا۔ جس سے طبیعت کی بحالی بھی متصور رہی۔

مسعود۔ مجھے سب سے زیادہ صدمہ تو اسکا ہے کہ اس عیار لڑکی (شریفہ) نے ایک مشرک برہمی سے ر[illegible]ت قائم کرکے اسلام کا ذرا پاس نہ کیا۔

حمید۔ آپ رنگون کے مسلمانون کا تجربہ رکھتے ہین۔ یہان تو اسلام کو در اصل برائے نام ہی سمجھتے ہین۔ اور خاصکر مستورات کے متعلق، آپ نے پچھلے برس اخبار مین پڑھا ہوگا۔ کہ حاجی مکرم الدین موسیٰ جیسے نیک اور صالح شخص کی بیوی جو حاجی صاحب کے ہمراہ حج بھی کر آئی تھین۔ اُن کے انتقال کے بعد لڑکے اور دو لڑکیان چھوڑکر چالیس سال کی عمر مین سب کچھ جائداد وغیرہ چھوڑکر اور حاجی صاحب کے نام کو بٹہ لگا کر ایک بتیس سالہ برہمی کے ساتھ گھر سے نکل گئی اور بڑے بیٹے کے انتقال پر آئی بھی تو اپنے حصے کے پچیس ہزار روپیئے لیکر پھر اُسکے یہان چلدی۔

بوڑھے میان - مسعود! تم باپ نہین ہو بیٹے ہو تم کو اُس محبت کی خبر نہین جو مجھ جیسے باپ کو تم جیسے بیٹے سے ہو سکتی ہی خیر کل ڈاکٹر صاحب کہتے تھے اور آج مولوی صاحب فرماتے ہین، تمھاری بھی یہی راے معلوم ہوتی ہی تو مین اپنے دل پر جبر کرتا ہون، خیر بہتر ہے! چند روز کے لیے چلے جاؤ -

مولوی حمید باپ، بیٹے، دونون سے رخصت ہوئے، دوسرے دن میل ٹرین مین مسعود معہ چار نوکرون کے ایک فرسٹ کلاس ریزرو درجہ مین بیٹھکر میمو روانہ ہوا -

بیسوان باب

رقابت

جسکے پہلو ہو تم اُس کا نصیب اچھا ہے

میری دانست مین تم سی تو رقیب اچھا ہے

چونی پرشاد جس خوشی اور راحت کے ساتھ آجکل سانولا کی صحبت مین زندگی بسر کر رہا ہے اسکا اندازہ ناظرین خود کر سکتے ہین - چونی پرشاد کسقدر خوش قسمت ہے کہ اُسے بغیر مشقت محبوب دلربا کا وصال نصیب ہو گیا سانولا نے کسقدر اسکی خاطر اذیت اٹھائی، جب سانولا کا خاوند مر گیا - چونی پرشاد کے خیال کے مطابق، چونی پرشاد کی والدہ نے جبراً سانولا کو اس جھونپڑی سے نکال دیا - کیونکہ اب لکھ مکان کو یقین تھا کہ سانولا کسی طرح سے اسکا کرایہ ادا نہ کر سکے گی - سانولا اپنی جھونپڑی کو الوداع کہکر جب باہر آئی تو اُسکے پاس اُسوقت پورا ایک روپیہ بھی نہ تھا - مگر چونی پرشاد کا نقد خیال اُسکے ساتھ تھا - یہ بھی معلوم تھا کہ وہ نکون

مین ہے، مگر رنگون کا پتہ معلوم نہ تھا، سانولا نے استقلال سے کام لیا اور جہازون کے
اسٹیشن کی طرف روانہ ہوئی اس خیال سے کہ اگر رنگون جانے والا مسافر مل گیا۔ اور اُسکو
کسی خادمہ کی ضرورت ہو۔ تو اوسکے ساتھ رنگون تک پہونچکر اپنے مطلوب کو ڈھونڈے
مگر اس روز کوئی جہاز رنگون جانے والا نہ تھا۔ چونکہ اندنون لنکا سے مدراس آنے جانے
والے جہازون کی دو کمپنیون مین مقابلہ تھا۔ اور ہندوستانی کمپنی کے مقابلہ مین انگریزی
پرانی کمپنی نے لنکا سے مدراس مفت مسافر لیجانے شروع کیے۔ اکثر محب وطن تو مفت
کا جہاز چھوڑکر ہندوستانی جہاز مین کرایہ دیکر سفر کرتے تھے۔ مگر سانولا جیسی لاوارث
کے لیے مفت کا جہاز نعمت غیر مترقبہ تھا مین اتفاق سے اسوقت ایسا ہی ایک مفت
کا جہاز تیار تھا۔ سانولا نے اس خیال سے کہ مدراس پہونچ جانے سے رنگون اور
نزدیک ہو جائے گا اس جہاز پر سوار ہو لینا مناسب سمجھا مدراس مین بڑی خوبی یہ ہے
کہ سستا شہر ہے ہر ایک چیز تھوڑے دامون مین بہت سی مل جاتی ہے، غریب آدمی کے
لیے پیٹ بھر کر کھانا ایک دو آنہ روز مین مل سکتا ہے۔ سانولا کے پاس جہاز سے اُترتے
وقت آٹھ آنے پیسے موجود تھے۔ یہ جہاز سے اُترکر وہین جہاز کے مسافر خانہ مین اس
ارادہ سے ٹھہر گئی۔ کہ کوئی صورت رنگون پہونچنے کی نکل آئے، غرض ایک ہفتہ
سانولا نے اس خیال سے کاٹا، ٹھیک اوسی دن جس دن وہ جہاز سے اُتری تھی
ولائت کا جہاز رنگون جاتا ہوا مدراس مین لنگر انداز ہوا اسمین منجملہ اور مسافرون
کے پادری نیگ مین صاحب بھی نئی دلہن کو ساتھ لیکر آئے، ولایت مین بسبب
اخراجات کثیر کے نرس (آیا) کی ضرورت نہ سمجھی گئی مگر ہندوستان کی آب و ہوا
لگتے ہی آیا کی ضرورت محسوس ہوئی، اور پادری صاحب نے رنگون مین داخلہ

مدراس پہونچکر یہ ایک ایسے شہر مین داخل ہوئی جہان کی ہر ایک چیز سے یہ اجنبی تھی۔

مجھپر کُئے کہ مین اپنے محسن کے سامنے اپنا عشق جتانا خلاف تہذیب سمجھی۔ پھر اسی عشق کی کشش تھی کہ مین رنگون پہونچی جو عزت تمنے مجھے دی مین اس قابل نتھی۔ اور نہ مجھے یہ امید تھی۔ میرا یہان آنے سے صرف مدعا یہ تھا کہ کسیطرح نوکر ونکیطرح تمھاری خدمت مین رہکر تمھارے دیدار سے اپنے دلکو تسکین دیتی رہون۔ تمنے مجھو اپنا ہم جلیس بنایا۔ رازدار بنایا وہ اعزاز دیا جو میرے خواب وخیال مین بھی نہ تھا۔

چونی پرشاد۔ میری پیاری سانولا، ان باتون کو جانے دو فراق کے دن بھی کٹ گئے اب تم انکا تذکرہ کرنے سے دل دُکھتا ہے، مین نے جو سلوک کیا تم سے نہین کیا بلکہ اپنے دل سے کیا اور اپنے دلکو خوش کرنے کے لیے کیا تم خوبصورت ہو، سادہ مزاج ہو دلربا ہو محبت کرنے والی ہو اور اس قابل ہو کہ تمھاری پرستش کی جائے جو مجھ سے پوری نہین ہو سکتی،

سانولا۔ ایک معشوقانہ ادا کے ساتھ، بے بس، اب مجھے زیادہ بناؤ نہین (دور سے پادری نیگ بین صاحب کو اس جٹی کی طرف دیکھکر) اے لو! وہ مردود اسی طرف چلا آرہا ہے۔

چونی پرشاد۔ (کون؟

سانولا۔ (ہاتھ سے اشارہ کرکے) وہی! ملعون پادری۔

چونی پرشاد۔ پادری (دیکھکر) اس مردود سے پہلی بار گرجا مین ملکر مین جسقدر خوش ہوا تھا اسی قدر اب اس سے نفرت کرتا ہون۔

سانولا۔ سامنا نہ ہو تو اچھا ہے،

چونی پرشاد - ہان! بہتر یہی ہے کہ ہم ایک طرف درانڈہ کی آڑ مین ہوجائین اگر وہ دوسری طرف سے نکلکر کشتی پر سوار ہوکر کہین چلا گیا - تو بہتر ہے ورنہ سامنا ہو ہی جائے گا -

سانولا - اچھا،

دونون ایک طرف ہوگئے پادری صاحب جٹی پر پہونچ گئے - مگر خلاف امید بجائے کشتی کی سیر کرنے کے جٹی پر ادہر سے اودھر ٹہلنے لگے، اگرچہ چونی پرشاد اور سانولا ایسی جگہہ کھرے تھے کہ پادری صاحب اُن کو نہ دیکھ سکتے تھے، مگر چونی پرشاد نے جب پادری صاحب کو اسی جگہہ ٹہلتے دیکھا تو اسطرح چھپے رہنا مناسب نہ سمجھا بلکہ سانولا کو ساتھ لیکر یہ بھی ٹہلنے لگا اور اسکی امید کے مطابق فوراً ہی پادری صاحب کا سامنا ہوگیا - سانولا سہم کے ذرا پیچھے ہٹی چونی پرشاد نے بڑھکر صاحب بہادر کو سلام کیا -

پادری نیگمین - ویل مسٹر چونی پرشاد! مین آپ کے گھر پر آپ سے ملنے گیا تھا مگر آپ وہان موجود نہ تھے نوکر کی زبانی معلوم ہوا کہ آپ اسطرف تفریح کے لیے آئے ہین اسلیے یہان چلا آیا -

چونی پرشاد - فرمائیے! حکم!!

پادری نیگمین - (سانولا سے) ویل آیا! تم آج دلھن نہی ہوئی ہو - یہ انقلاب کیسے ہوگیا؟

چونی پرشاد - جناب! آپ اس سے ہرگز کوئی گفتگو مت کیجئے - جو کچھ کہنا ہو مجھسے کہیے،

پادری - اس عورت کو مین مدراس سے نوکر رکھکر ساتھ لایا ہون ایک دفعہ گھر سے نکل گئی تھی تو مسٹر نورروزجی نے واپس کر دیا تھا - ایکی پھر بھاگی، دریافت سے معلوم ہوا کہ مسٹر نورروزجی کے ہان گئی تھی - مگر وہ اُسیدن ممبو چلے گئے - مین نے پولیس مین رپورٹ لکھوادی اور نورروزجی کو علحدہ ایک خط لکھا، جسکا جواب مجھے آج ہی ملا - کہ وہ اُسے آپکے سپرد کر گئے ہین اور اسوقت اسی لیے مین آپکے پاس آیا ہون۔

چونی پرشاد - تو آپ اطمینان رکھیے کہ عورت میرے پاس آرام سے ہے، اور اب اسے نوکری کی ضرورت نہین رہی،

پادری - اُسے نوکری کی ضرورت نہو - مگر ہمین تو اسکی ضرورت ہی آپ کو واضح رہے کہ مین مدراس سے اوسکو کرایہ دیکر ساتھ لایا ہون اور جب تک وہ زر کرایہ ادا نہ کیا جاے، یہ ہماری نوکری سے کسیطرح علحدہ نہین ہوسکتی۔

چونی پرشاد - اگر آپ کو کرایہ ہی کا خیال ہے - تو وہ مین ادا کرنے کو طیار ہون -

پادری - لیکن ہمارے مذہب مین یہ حکم نہین - کہ مین اُسکے ذمہ کا روپیہ آپ سے وصول کرون -

چونی پرشاد - جب مین خوشی سے دیتا ہون تو آپکو اُسکے لینے مین کیا عذر ہے، میری سمجھ مین نہین آتا!

پادری - دیکھیے مسٹر چونی پرشاد معلوم ہوتا ہے کہ آپ اس عورت کے دام تزویر مین آگئے ہین - ایسی عورتون کا ہرگز اعتبار نہین، یہ ہرجائی ہر وقت نئے مرغ کے پھنسانے کے لیے تیار رہتی ——————

پہلا۔ مین نے بھی اول یہ خیال کیا تھا، اور مریض کے نوکرون سے مالی حالت وغیرہ دریافت کی تھی، معلوم ہوا کہ مریض کو کسی قسم کا غم نہین، ہر طرح سے آسودہ اور فارغ البال ہو اور نہ آجکل اسکے عزیزون مین سے کوئی فوت ہوا اور نہ کسیطرح کا ناگہانی صدمہ پہونچا،

تیسرا ایسی حالت ناگہانی صدمہ سے ہو سکتی ہے، جسکی برداشت مریض کے دل کو نہ ہو،

پہلا۔ چونکہ ایسا کوئی واقعہ نہین، اسلیئے یہ خیال محض خیال ہی خیال نظر آتا ہے۔

دوسرا۔ (جو اسوقت سوچ رہا تھا) مین نے فیصلہ کرلیا، کہ مریض کا بچنا محال ہے

تیسرا۔ جیسا مین نے پہلے کہا تھا۔ ہمین کم از کم مریض کے دانتون پر جمے ہوے مادہ کو دیکھنا ضروری ہی،

پہلا اور دوسرا۔ بہتر چلیئے۔

تینون ڈاکٹر مع نرس کے مریض کے کمرہ مین داخل ہوے، اسوقت مریض مسہری پر چیت لیٹا تھا۔ آنکھین بند تھین، سانس کے ساتھ جو آواز نکلتی تھی اُس سے سینہ پر خراش کے ساتھ بلغم کا اجتماع محسوس ہوتا تھا۔ بیہوشی کا عالم تھا ایک ڈاکٹر نے اپنا بیگ کھولا اُسمین سے چند اوزار نکالکر چھوٹی میز پر رکھے (جو مریض کے سرہانے رکھی تھی) دوسرے ڈاکٹر نے اپنی انگلی سے مریض کا منھ کھولنا چاہا تو معلوم ہوا کہ دانت بند ہین آخر ایک اوزار کے ذریعہ بڑی مشکلون سے بھنچے ہوے دانتون کو ہٹا کر منھ کھولا نرس حسب ایما چائے کا ایک چمچہ لے آئی، تیسرے صاحب نے وہ چمچہ لیکر مریض

کے منھ مین بھرا یا اور جو کچھ مادہ جمع تھا اُسکے ذریعہ نکالا، اب تینون ڈاکٹر مریض کو نرس اور نوکرون کے حوالہ کرکے پھر پہلے ورانڈہ مین چلے آئے، اس مادہ پر غور کیا گیا اور کئی طرح سے اسکا امتحان کیا گیا، مگر نتیجہ مایوسی ہوئی۔

مجھے اس نوجوان کو موت کے منھ مین جاتے دیکھکر سخت افسوس آتا ہی ایک ڈاکٹر نے حسرت بھرے لہجہ مین کہا،

"مین نے اس مریض کا علاج زیادہ تر اسلیئے شروع کیا تھا، کہ اسکا مرض ایک نئی قسم کا مرض ہی، اور اس مین حکمت کے متعلق کچھ نئی معلومات حاصل ہونگی مگر نئی معلومات در کنار رہی یہان اصلیت کا پتہ ندارد ہے اور اس طرح پرا سے موت کا شکار ہوتے ہوئے دیکھکر مجھے دلی رنج ہے۔" دوسرے ڈاکٹر نے بھی قریبًا یہی جملہ ادا کیا، تیسرے صاحب فرمانے لگے "مجھے آجتک سیکڑون بیمارون کی حالت اس سے زیادہ خراب دیکھنے کا اتفاق ہوا، مگر جسقدر میرے دل کو اس وقت تکلیف ہو رہی ہی کبھی نہین ہوئی، اسکی موت قابل رحم ہی"

بالآخر نرس بلائی گئی اور اُسے سمجھا دیا گیا، کہ مریض کی حالت نازک ہی زیادہ سے زیادہ اب دو گھنٹہ کا مہمان ہی نرس سے یہ بھی بتلا دیا گیا کہ "ہم مریض کے نوکرون کی تسلی کے لیئے دوا تجویز کیے جاتے ہین، وہ حسب معمول پلاتی رہنا، مگر اب فائدہ وائدہ خاک نہوگا"

یہ کہکر تینون ڈاکٹر رخصت ہونے لگے تو مریض کے نوکرون نے فیس ادا کی، ڈاکٹر صاحبان جیبون کو پُر کرتے ہوے اپنی اپنی گاڑیون مین سوار ہو گئے۔

نرس جو قریبًا ایک ماہ سے مریض کے پاس رہتی تھی اسوقت دل شکستہ

نظر آتی ہی، اُسے اُمید تھی کہ مریض کے تندرست ہونے پر اُسے بہت کچھ انعام
واکرام ملے گا، ڈاکٹروں نے اسکی امیدوں پر پانی پھیر دیا، نرس نے اگرچہ دوا
ہر پندرہ منٹ کے بعد بیمار کے منہ مین ٹپکانی شروع کی اور نوکرون کو تسلی دی کہ ڈاکٹرون
کی راے مین مریض آہستہ آہستہ صحتیاب ہوجاے گا، مگر دل مین سمجھ رہی تھی کہ تھوڑی
دیر مین اُسکی ضرورت یہان باقی نرہیگی، اسلیئے اُسنے اپنے کپڑے وغیرہ سنبھالنا شروع
کیے اس سے فراغت پاکر نرس نے پھر مریض کے منہ مین دوا ٹپکا دی اور ایک ملازم
سے کہا کہ کسی مسلمان مولوی کو بلا لائے نوکر نے یہ حکم دلی آزردگی سے سنا کیونکہ اُسے
کچھ شک گذرا، وہ تو مولوی صاحب کو بلانے گیا، ادہر نرس نے مریض کے معتمد ملازم
کو علیحدہ لیجا کر کہدیا کہ، اب بیمار کوئی دم کا مہمان ہے اور بچنے کی کوئی امید نہین رہی
نوکر چاکر مع ہوٹل کے منیجر کے مریض کی چارپائی کے پاس جمع ہوگئے ایک نوکر کے
ساتھ مولوی صاحب تشریف لے آئے، جنھون نے نرس اور منیجر سے اجازت لیکر سورہ
یسین بہ آواز بلند پڑھنی شروع کردی اس سورہ مبارک کے ختم ہونے پر مریض نے
یکایک آنکھین کھولدین، ہونٹون مین جنبش محسوس ہوئی اور ایسا معلوم ہونے لگا کہ
مریض تندرست ہو چلا ہے، اُسنے اشارہ سے اپنے معتمد ملازم کو بلایا اور اپنے اسوقت
کی حالت سے زیادہ بلند آواز سے کہنے لگا کہ آخری وقت آن پہونچا، آہ بکس
بیکسی سے غریب الوطنی مین جان دے رہا ہون ؎

جو مر جاؤن تو قولِ رند میری قبر پر لکھنا
موا یہ دردِ فرقت سے قضا کا اِک بہانا تھا

دفعتہ بیمار کی پیشانی پر پسینہ آگیا اور حالت متغیر ہونے لگی اوسکے اردگرد جسقدر

مین دفن کی گئی، جسکے ساتھ ہی مسعود کی تمام امیدین اور آرزوئین بھی پیوندخاک ہوگئین انا للہ وانا الیہ راجعون ؕ

بائیسوان باب

عدالت

بجرم عشق توام میکشند غوغائیست تو نیز بر سر بام آکہ خوش تماشائیست

رنگون کے مشہور سول جج کے کورٹ مین ابھی جج صاحب بہادر تشریف نہین لائے، جج صاحب ساڑھے دس بجے آتے ہین اور نصف گھنٹہ پرائیوٹ کمرے مین سستاکر ٹھیک گیارہ بجے سے عدالت شروع کرتے ہین، اسوقت دس بجے ہین، اہل معاملہ اپنی اپنی فکرون مین مصروف ہین، کوئی سمن تعمیل ہونے کے بارہ مین کلرک سے دریافت کر رہا ہے، کوئی اپنے مقدمہ کی تاریخ پوچھ رہا ہی، کسی کو وکیل کی فکر ہے کہ وقت پر آجائے، کوئی گواہ کو دیکھ رہا ہی کہ رہ نہ جائے، اس مجمع مین ہم پادری نیگہین اور جوتی پرشاد کو بھی دیکھ رہے ہین، جو اسطرح گفتگو کر رہے ہین -

پادری - ویل مسٹر جوتی پرشاد آپ نے اس عورت کی طرفداری کا مزہ چکھ لیا،

جوتی پرشاد، اب آپ اسکا ذکر جانے دین، ہان یہ کہئے کہ آپ نے یہ کیا کیا؟ اگر آپ کو یہی کرنا تھا تو مجھے پہلے اطلاع تو دیدی ہوتی، اور آپ نے تو نوٹس تک نہین دیا ورنہ مین روپیہ کا انتظام کر دیتا، چونکہ مسٹر نور ونجی سے (جسکے نام کی رسید آپکے پاس ہے) وعدہ تھا کہ شروع سال سے ایک سو روپیہ ماہوار کے حساب سے روپیہ ادا کرتا رہونگا، سو مین اس وعدہ پر قائم رہونگا، اور اگلے مہینہ سے قسط

بیلف۔ پیادہ نے اگر قسم سے کہا ہوگا۔ کہ مدعا علیہ تعمیل سمن سے عمداً گریز کرتا ہی یا اُسنے لینے سے انکار کردیا، اسلیئے ایسا ہوا ہوگا۔

چونی پرشاد۔ مگر یہ تو پہلا ہی سمن ہی، اور ایک ہی دفعہ پیادہ سمن لیکر آیا تھا پھر مین اُسدن علیل بھی تھا۔

بیلف۔ ہم پیادہ کی قسم پر کارروائی کرتے ہین، خیر! اب تو آپ وقت پر آہی گئے ہین، جائیے مقدمہ کی پیروی کیجئے۔

چونی پرشاد بہت اچھا کہکر اس کمرہ سے باہر نکلا اور سیدھا اپنے آفس گیا، ابتک کوئی صاحب تشریف نہ لائے تھے، اس لیے ایک پرچہ پر نوٹ لکھکر اس مضمون کا کہ ایک مقدمہ مین کورٹ کی حاضری کی وجہ سے آج آفس کی حاضری نہین دے سکتا بڑے صاحب کی میز پر رکھکر واپس کچہری مین آیا، اور سوچنے لگا کہ پادری صاحب نے آخر عداوت مین کرنالش کر ہی دی، بہتر ہے کہ ان سے فیصلہ کیا جائے، مین انکار تو کرون گا نہین ڈگری ہوہی جاوے گی، اور پادری میری نصف تنخواہ قرق کراسکتا ہے (تھوڑی دیر کی سوچ کے بعد) آئندہ ماہ سے مجھے دو سو پچاس روپیہ ماہواری ملینگے، مین ایک سو ماہوار دینے پر خوش ہون اسطرح سے سرکاری طور پر اُسے اک سو پچیس ملینگے خیر! مضائقہ نہین یونہی سہی۔

دفعتاً عدالت کے کمرہ کے تمام حاضرین فریقین وکلا وغیرہ سروقد اٹھ کھڑے ہوئے دربان نے پنکھے کی رسی کھینچنی شروع کی، معلوم ہوا کہ جج صاحب بہادر کرسی عدالت پر رونق افروز ہوئے، پہلے وہ مقدمات پیش ہوئے جنکے سمن اب تک تعمیل نہ ہوئے تھے، بعض مقدمات مین دوبارہ سمن جاری ہونے حکم ملا، ایک مقدمہ

مدعاعلیہ کے پتہ نہ ملنے کے سبب سے خارج کردیا گیا، اسکے بعد وہ مقدمات عدالت
کے روبرو آئے جن مین فریقین یا ایک فریق حاضر عدالت نہ تھے، صورت اول مین
مقدمہ ڈسمس اور صورت ثانی مین جہان مدعی حاضر نہ تھا مقدمہ خارج، اور جس مین
مدعاعلیہ غیرحاضر تھا، اس مین یکطرفہ ڈگری دیدی گئی، ان کے ختم ہونے پر چلنے والے
مقدمات پیش ہوے، ایک بجے تک دو مقدمے فیصل ہوئے، اور جج صاحب کے اردلی
نے پکارنا شروع کیا" پادری نیگ مین صاحب وچونی پرشاد" دوسری آواز
مین پادری صاحب اور چونی پرشاد عدالت کے سامنے حاضر ہوگئے، چونی پرشاد کٹہرے
پر داہنی طرف کھڑا ہوگیا، اور مقدمہ شروع ہوا، اول حسب ضابطہ قسم وغیرہ دلاکر
چونی پرشاد سے حسب ذیل سوال وجواب ہوے،

عدالت - کیا روپیہ تمنے پادری نیگ مین سے لیا ہے ؟

چونی پرشاد - جناب نہین !

عدالت - اس رسید پر تمھارے دستخط ہین ؟

چونی پرشاد - جناب ہان !

عدالت - تمنے اس رسید کا روپیہ کس سے وصول کیا ؟

چونی پرشاد، مسٹر نوروزجی سے جناب جسکے نام رسید ہی

عدالت - تمکو معلوم ہے کہ یہ رسید نوروزجی نے پادری نیگمین کے ہاتھ فروخت
کرڈالی ہی ؟

چونی پرشاد، جی ہان نوروزجی نے مجھسے پوچھکر ایسا کیا۔

عدالت، تو گویا تمکو پادری نیگمین کا روپیہ دینا ہے۔

چونی پرشاد - جناب! مین نے انکار کب کیا ہی؟ ضرور دینا ہے -

عدالت، تم کچھ عذر کرنا چاہتے ہو؟

چونی پرشاد ہان حضور!

عدالت، کہو!

چونی پرشاد، اول عذر یہ ہے کہ پادری صاحب نے چونکہ مجھے کوئی نوٹس نہین دیا اور نہ مجھسے کبھی زبانی تقاضہ کیا بلکہ مجھے اسوقت تک سمن بھی نہین ملا، اسلیئے میرے ذمے خرچہ عائد نہ ہونا چاہیئے

عدالت سمن نہ ملنے سے تمہاری کیا مراد ہے

چونی پرشاد، جناب! سمن یا عرضی دعوی کی کاپی مجھے ابتک نہین ملی

عدالت، پھر تم عدالت مین کسطرح حاضر ہوئے؟

چونی پرشاد! جناب آج مقدمات کی لسٹ اتفاقیہ نظر سے گذری، جسمین اپنا نام دیکھکر حاضر عدالت ہوا -

عدالت (جماعت وکلا سے مخاطب ہوکر) صاحبان! سمن سے مراد مدعاعلیہ کو اطلاع پہونچانا ہی، جب کسی دوسرے ذریعہ سے اُسے اطلاع ہوگئی، توگو یا سمن کی تعمیل ہوگئی -

چونی پرشاد، مین کچھ کہنا چاہتا ہون حضور!

عدالت، کہو!

چونی پرشاد، بغیر میری اطلاع کے لسٹ مین تعمیل شدہ سمن کیونکر لکھا گیا؟

عدالت، جب لسٹ مین تعمیل شدہ ہی تو ضرور تعمیل ہوئی ہوگی، سرکاری

خاص طور پر کہا تھا، اور یہ بھی کہا تھا کہ اگر وہ روپیہ نہ ادا کرے گا تو مین عدالت مین چارہ جوئی کرون گا، یہ بیانات لکھوا کر پادری صاحب نیچے آگئے اور چونی پرشاد پھر بکس پر کھڑا ہوا۔

عدالت، چونکہ نیگین صاحب نے حلفیہ اپنا بیان لکھوایا ہے، اسلیئے عدالت معہ خرچہ کے ڈگری دیتی ہی،

چونی پرشاد، جناب میرا ایک اور عذر ہی،

عدالت، کہو!

چونی پرشاد، پادری صاحب نے دعوی معہ سود کیا ہی اور رسید مین سود کا کوئی ذکر نہین،

عدالت، (پادری سے) تمھارا کیا جواب ہی،

پادری، جناب! مسٹر نور وزجی نے جب اس رسید کو میرے ہاتھ فروخت کیا تھا تو سود کا بھی وعدہ کیا تھا، عدالت خود غور فرما سکتی ہی کہ بغیر سود کے کوئی شخص کیون قرض دینے لگا،

عدالت، چونی پرشاد! تمھارا یہ عذر معقول نہین، روپیہ کا سود ضرور ہونا چاہیئے اسلیئے پوری ڈگری دیجاتی ہی، تم اور کچھ کہنا چاہتے ہو۔

چونی پرشاد، ہان جناب!

اتنے مین ٹن ٹن سامنے والے کلاک نے دو بجائے، جج صاحب اُٹھکر کمرہ مین ٹفن کھانے کے لیئے چلدیئے، وکلا بھی نصف گھنٹہ کی چھٹی سمجھکر چلتے بنے، مقدمات والے بھی ادھر اُدھر گھومنے لگے، اور عدالت کا کمرہ خالی ہو گیا، اس نصف گھنٹہ مین چونی پرشاد

نے علیحدہ پادری صاحب سے اس بات پر تصفیہ کرنا چاہا کہ زر ڈگری ایک سو روپیہ
ماہوار کے حساب سے ادا کرتا رہیگا، مگر پادری صاحب نے صاف انکار کر دیا، بلکہ
یہ بھی کہا کہ مجھے روپیہ کا اتنا خیال نہین، مین تو تمھین اس عورت کی طرفداری کا مزہ
چکھانا چاہتا ہون، اب بھی اگر تم اُسکی حمایت چھوڑ دو، تو نسو کیا؛ مین پچیس روپیہ ماہوار
منظور کرتا ہون، چونی پرشاد کو یہ کلمات سخت ناگوار ہوئے، اور پادری صاحب فرمانے
لگے "بہتر ہے کہ اب ہماری ہر ایک بات کا فیصلہ عدالت ہی کرے، اور عدالت کے فیصلہ مین
کسیکو انکار بھی نہین ہو سکتا"

دو بجکر پینتیس[۳۵] منٹ آگئے تھے کہ جج صاحب پھر رونق افروز کرسی عدالت ہوئے،
پہلے وہ اشخاص پیش ہوئے، جو سول وارنٹون سے گرفتار کیئے گئے تھے، ان مین سے
ایک شخص جو سب سے پہلے پیش ہوا، اُسکے نام ایک سو پچاس روپیہ کی ڈگری تھی،
اُسنے عدالت کے سامنے عرض کیا کہ مین ایکبارگی کل روپیہ نہین ادا کر سکتا، پچیس[۲۵] روپیہ
ماہوار بذریعہ اقساط ادا کرونگا، عدالت نے مدعی سے پوچھا، مدعی نے ماہوار پچیس[۲۵]
روپیئے منظور کیے، اس لیئے اُسے رہا کیا گیا، دوسرا آدمی پیش ہوا جسکے اوپر معہ خرچہ
سات سو چھتر روپیہ کی ڈگری تھی، اُسنے بیان کیا کہ میرا روپیہ بنک مین جمع ہے، مگر چونکہ
مین ایک بجے کے بعد گرفتار کیا گیا، اور اسوقت روپیہ بنک سے نہین مل سکتا، اور چک
بک میرے ہان ختم ہو گئی ہے، کل پبلک ہالیڈے ہے، کورٹ کے ساتھ بنک بھی بند
رہین گے، اسلیئے مین وعدہ کرتا ہون کہ پرسون روپیہ ادا کر دونگا، عدالت نے کہا کہ جب
تمھارے پاس روپیہ تھا، تو اس سے قبل تمنے کیون نہ ادا کیا؟ مدیون نے جواب دیا
کہ حضور! مجھے تو نہ عرضی کی خبر ہے نہ ڈگری کی، نہ مجھے سمن ملا، اب اسوقت پکڑا گیا، تو خبر ہوئی

عدالت نے ان معاملات مین دخل دینے سے انکار کیا، اور مدعی سے پوچھا کہ وہ پرسون تک مہلت دینے پر آمادہ ہے یا نہین؟ مدعی نے انکار کیا، اسپر مدعا علیہ نے پھر کہا جناب مین حاضر ضمانت دینے کے لیے بھی طیار ہون، کہ مین پرسون تک بھاگ نہین جاؤنگا۔ عدالت نے اسکے لیے بھی مدعی سے پوچھا، مدعی نے کہا کہ مین چاہتا ہون کہ پرسون تک یہ جیل مین رہے اور پرسون روپیہ ادا کرکے چلا جاے، اسپر عدالت نے اُسے جیل لیجانے کے لیے حکم دیا۔

اب پھر چونی پرشاد اور پادری صاحب کا مقدمہ پیش ہوا۔

چونی پرشاد، جناب اپنے مسٹر نوروزجی سے یہ وعدہ کیا تھا، کہ آیندہ ماہ سے ایک سو روپیہ ماہوار ادا کرتا رہونگا، اسلیے میری یہ درخواست ہے کہ عدالت باقساط ایک سو روپیہ ماہواری قسط ادائیگی کا حکم دے۔

عدالت (پادری نگین سے) ویل پادری نگین! تمکو ایک سو روپیہ قسط منظور ہے؟

پادری، نہین جناب!

چونی پرشاد، کسقدر افسوس ہو کہ پادری صاحب زیادہ سے زیادہ میری نصف تنخواہ قرق کرا سکتے ہین، جسکی تعداد آیندہ ماہ سے ایک سو پچیس روپیہ ہوگی صرف پچیس روپیہ کا فرق ہو، مگر پادری صاحب میرے حال پر ذرا رحم نہین کرتے۔

پادری (عدالت سے) جناب! میری ایک عرض ہو،

عدالت، کہو!

پادری، جناب مجھے شک ہو کہ چونی پرشاد رنگون سے بھاگ جائیگا، اسلیئے مین عدالت سے چاہتا ہون کہ اگر وہ فوراً زرڈگری ادا نہین کرتا، تو اُسے

گرفتار کیا جائے۔

عدالت، چونی پرشاد! کیا تم زرڈگری ابھی ادا کردو گے؟

چونی پرشاد، جناب فوراً ادا نہیں کرسکتا۔

عدالت، تو اپنے کو زیر حراست سمجھو!

چونی پرشاد، مگر حضور مین سرکاری ملازم ہون، دس سال کی میری ملازمت ہے، جبکہ پادری نیگین صاحب میری نصف تنخواہ قرق کراسکتے ہین، تو مجھے گرفتار کیون کیا جاتا ہے؟

عدالت، یہ مدعی کی مرضی پر منحصر ہے؛ اسے خوف ہے کہ تم شہر سے بھاگ جاوگے، اسلیے وہ تمھین گرفتار کرنے کی عدالت سے درخواست کرتے ہین۔

چونی پرشاد، حضور! سرکاری ملازمت چھوڑکے مین کیون بھاگنے لگا؟

پادری۔ (عدالت سے) جناب یہ ضرور بھاگ جائیگا، اسلیے جب تک یہ روپیہ ادا نہ کرے مین اسے جیل مین رکھنا چاہتا ہون۔

چونی پرشاد (عدالت سے) غریب پرور! مین تین روز کی مہلت مانگتا ہون، تین روز کے اندر اندر زرڈگری کا بندوبست کرکے داخل عدالت کرونگا، اور ان تین دن کے اندر اندر نہ بھاگنے کے لیے مین یہان کے متمول اور مشہور زمیندار..... کی ضمانت دے سکتا ہون۔

پادری۔ (عدالت سے) حضور مجھے کسی کی بھی ضمانت منظور نہین، مین چاہتا ہون کہ ملزم جیل [illegible] جائے۔

چونی پرشاد (عدالت سے) [illegible] اسوقت آپ عدالتی اختیار کام مین

لائیے، مین معقول ضمانت مہیا کرنے کے لئے طیار ہون کہ تین دن کے اندر زر ڈگری عدالت مین داخل کردونگا، لیکن اسطرح گرفتاری سے میری دیرینہ اور معقول ملازمت جاتی رہیگی اور آیندہ پھر ایسی نوکری ملنا میرے لئے سخت مشکل ہے،

چونی پرشاد۔ (پادری سے) پادری صاحب! کیا آپ کو یہ امید ہے کہ میرے جیل مین جانے سے آپکو روپیہ مل جائیگا،

پادری، اوہ! ملے یا نہ ملے، مین تو تمھین جیل مین دیکھنا پسند کرتا ہون۔

چونی پرشاد، یہ یقینی بات ہے کہ جیل مین جانے سے میری نوکری چھوٹ جائیگی اور جب نوکری جاتی رہی تو آپکا روپیہ بھی ادا نہو سکیگا، کیونکہ میرے پاس کوئی اور جائداد تو ہے نہین جس سے آپ کے قرضہ سے سبکدوش ہوسکون، جب مین خود ہی بھوکا مرونگا تو آپکو کہان سے دیسکونگا؟

پادری، اوہ! مجھے روپیہ کی ضرورت نہین، اگر تم روپیہ ابھی نہین ادا کرتے تو تمکو ضرور جیل جانا پڑے گا۔

عدالت، عدالت کے سامنے اس قدر فضول گفتگو کی اجازت نہین ہے۔

دونون خاموش ہوگئے، پادری نگمین تو اپنے گھر چلدیے، اور غریب چونی پرشاد ایک پیادہ کی حراست مین سول قیدی کی حیثیت سے جیل کی طرف روانہ ہوا،

تیسوان باب

گارڈن پارٹی

کرتا ہوں جمع پھر جگر لخت لخت کو　　عرصہ ہوا ہے دعوت مژگاں کئے ہوئے

مسٹر و مسز فلورنس ہنی مون سے واپس آگئے، آج سر جارج کے مشہور و معروف محل مین ایک عام گارڈن پارٹی ہے، جسمین ہر مذہب وملت کے آدمی مدعو کیے گئے ہین سر جارج جیسے امیر اور فیاض شخص نے جس سیر چشمی سے آج انتظام کیا ہے، شاید ہی دنیا مین کوئی دوسرا شخص کرے، رنگون کا بڑا ریلوے اسٹیشن نمعہ انسین تک کے تمام لوکل اسٹیشنون کے سرخ بانات سے آراستہ کیا گیا ہے، سر جارج نے برہما ریلوے کے ساتھ ایک دن کے لیے معاہدہ کر لیا ہے کہ آج ہر پندرہ منٹ کے بعد ایک ٹرین رنگون سے انسین اور انسین سے رنگون چھوڑی جائے اور مسافر مفت سوار کیے جائین، خواہ وہ کسی قوم وملت کے ہون، اِسکے علاوہ دو اسپیشل ٹرینین جنمین فرسٹ کلاک گاڑیان تمام رزرو تھین اُن مہمانون کے لیے مہیا کی گئین جو رنگون سے بغرض شرکت گارڈن پارٹی انسین تک ریل پر جائین اسیطرح تین موٹر کارین جن مین سے ہر ایک بیس آدمی بٹھا سکے، اس لیے مقرر کی گئین تھین کہ جو اصحاب دعوت مین انسین تک موٹر کی سواری پسند کرین، انمین جا سکین، علاوہ ازین گاڑیون اور موٹرون پر جانیوالون کے لیے وسط راہ مین، کمایٹ کے قریب ایک عارضی رسٹ ہاؤس بنایا گیا تھا، جسکو ہر طرح سے آراستہ کرکے ہر قسم کے ملاقیچی پانی چاء، کافی، کیک، بسکٹ، مٹھائی وغیرہ کا بخوبی انتظام کیا گیا تھا تاکہ مہمان

یہان دس پندرہ منٹ آسایش و آرام لیکر کھا پی کر ہنستے بولتے آگے روانہ ہون، ریلوے
کے راستہ سے جو مہمان جائین، ان کے لیے بھی انسین کے سٹیشن پر اسی قسم کا ایک
رسٹ ہوس طیار کیا گیا تھا جہان سے محل تک سرجارج کی پرایویٹ گاڑیان مہمانون
کے لیجانے کے لیے مہیا کی گئین تھین۔

انسین سٹیشن سے سرجارج کے محل تک دو طرفہ درخت مختلف قسم کی جھنڈیون سے
آراستہ کیے گئے اور آٹھ مقامات پر مصنوعی دروازے بنا کر ان پر موٹے موٹے سنہرے
حرفون مین ویلکم وغیرہ مختلف قطعات لکھے گئے ہین جب سامنے کی پہاڑی طے کرکے
اوٹ سے باہر ہو جاؤ تو سرجارج کا خوشنما محل دور سے اسقدر دلفریب معلوم ہوتا ہے
جسکا بیان نہین ہوسکتا، محل کی سب سے اونچی جگہ پر برٹش جھنڈا لہلہا رہا ہے، اور تمام محل
کے کمپونڈ مین جھنڈیون سے اسطرح خوشنمائی پیدا کی گئی ہے جو دور سے نہایت ہی بھلی
معلوم ہوتی ہین، ایک خاص صفت جو اس محل کے احاطہ مین برتی گئی ہے وہ یہ ہے کہ نہایت عرق
ریزی سے سب سے اونچے دو درختون پر تار باندھکر ایک بڑے وسیع کپڑے کی زرد چادر
اُسمین ٹکائی گئی ہے جو اندازاً دو سو گز لمبی اور پچاس گز چوڑی سے کم نہین اور جسپر ویلکم
کے حروف قریباً دس گز کی موٹائی سے لکھے گئے ہین، اس عظیم الشان کپڑے کو رنگ لگا کر
اوپر کا حصہ تار کے ساتھ اور نیچے کا کسی درخت کی جڑ سے جسطرح ہوسکا، ایسا مضبوط کر دیا
ہے کہ ہوا کے اثر سے محفوظ رہ سکے، اس کپڑے کے حروف دور ہی سے مہمانون کو اپنی
طرف متوجہ کر لیتے ہین، محل کے نزدیک پہونچکر ایک مصنوعی دروازہ پر بارہ دری اس
قسم کی بنائی گئی ہے کہ اسپر یورپین رجمنٹ کے بینڈ والے آسانی کے ساتھ باجا بجا کر نہ صرف
آنے جانے والون بلکہ تمام محل والون پر بیخودی کا عالم طاری کرتے ہین، بڑے پھاٹک کے

اندر جاتے ہی چارون طرف چھوٹے چھوٹے سنگ مرمر کے میز نظر آتے ہین، جنکے ادہر
اُدہر خوبصورت اور سبک ڈُ ڈبینٹ کی کرسیان، کہین خوشنما کو یچ اور کہین بنچین،
جنپر مخملی غلاف پڑے ہوے ہین، لنظرون کو خوش کر رہی ہین، پانچ پانچ گز کے فاصلہ
پر ایک ایک بڑی میز رکھی ہی جسپر سفید چادر کے اوپر ہر قسم کے میوہ جات، کابل کے
سردے، کشمیر کے سیب، اور پیرس کی نعمتین تک موجود ہین، اسیطرح مٹھائی ہر قسم
کی اور ہر فیشن کی اعلی سے اعلی، ہر ایک مہمان کی طبیعت کے موافق ان میزون پر چنی
ہوئی ہی، ولایتی پانی ہر قسم کا، برف وغیرہ سولے شراب کے ہر چیز ناشتہ کے متعلق ان
میزون پر موجود ہے، ہر ایسے میز کے ساتھ چار چار نوکر سفید وردی پہنے موجود ہین، جنکے
علاوہ متعدد کمر بستہ نوکر متفرق طور پر مہمانون کی خدمت کے لیئے جا بجا مستعد ہین، لیڈی
جانسٹن ہر ایک مہمان (کیا دیسی امیر کیا یورپین) سے نہایت ہی خندہ پیشانی سے
مل رہی ہین، اسوقت مسٹر اور مسز فلورنس (سابقہ مس جانسٹن) کا چہرہ خوشی کے
مارے گلاب سا شگفتہ اور سرخ ہو رہا ہی اور کندن سا دمک رہا ہی، مسز فلورنس اُن مہمانون
کی نظرون مین جنھون نے اُسے مس جانسٹن کی حیثیت سے دیکھا ہی، آج کچھ اور ہی
نظر آ رہی ہی، شادی نے چند ہی دنون مین اسکی شکل و شمائل بدل دی ہی، اسکا قد
معمول سے کسیقدر لمبا اور اسکا جسم موزونیت کے ساتھ فربہی کے جانب بڑھتا نظر آتا
ہے، چہرہ کا رنگ جو پہلے شربتی سرخی کے ساتھ دلفریب رہا تھا اب محبوبانہ ادا سے
دمک رہا ہی، جوانی کے جوش مین اب ایک خاص چیز کی زیادتی ہوتی ہی جسنے شباب کے
جسم مین روح سی بھر دی ہی، اور جسکی کیفیت کچھ انھین دلون سے پوچھی جاے، جو عاشق
مزاج ہون، جو قدم پہلے نہایت ناز کے ساتھ اُٹھتے تھے، اب ایک خاص دلربایانہ انداز

سے اُٹھکر نوجوانون کے دلون کو مسل رہے ہین، وہ بال جو آجتک کر پر کھلے رہ کر بہنی
پریشانی کے سبب سے ہر وقت اُلجھتے تھے، آج سر کے اوپر اس انداز سے گوندھے
گئے ہین کہ پیشانی کے اوپر کا حصہ پورا اُبھرا ہوا نظر آئے، اسوقت مسز فلورنس
اپنی نوجوانی کے دوست مسٹر جیکسن سے مسکرا مسکرا کر باتین کر رہی ہی۔

مسٹر جیکسن، میری پیاری مسز فلورنس! مین تمھین اس علم پر تہ دل سے
مبارکباد دینے کی عزت حاصل کرتا ہون،

مسز فلورنس۔ پیارے جیکسن! مین تمھاری اس مبارکباد کا شکریہ ادا کرتی ہون
اور امید کرتی ہون کہ میرے اُس دن کے جواب سے رنجیدہ آج ایک سال سے بھی زیادہ
عرصہ گذر گیا اور جسکے بعد آج ہی تم سے مجھے ملنے کا اتفاق ہوا تم ناراض نہوئے ہوگے

جیکسن، اوہ! اگرچہ رنجیدہ بات تھی، لیکن مجھے اب اسلیئے رنج نہین کہ مین
تمھین خوش دیکھکر خوش رہ سکتا ہون، جب تمھاری خوشی اسی مین دیکھی تو مین
بھی اسی مین خوش ہون ع

"راضی ہون مین اُسی مین جسمین تری رضا ہو"

مسز فلورنس، تو مین امید رکھون کہ آیندہ ہمارے دوستانہ تعلقات
اسیطرح قایم رہینگے، جیکسن! مین سچ کہتی ہون، فلاری (مسٹر فلورنس) بہت
نیک طبیعت آدمی ہی۔

جیکسن، اسکی اس عظیم الشان فتح پر جو اُسنے میرے مقابلہ مین پائی ہے
اگرچہ مجھے حسد نہین لیکن رشک تو ضرور ہی۔

مسز فلورنس۔ رشک بُرا نہین، حسد نہ ہونا چاہیئے، جیکسن! مجھے تعجب ہے،

کہ اس ایک سال کے عرصہ مین تم نے اپنی شادی کا بندوبست نہین کیا؟

جیکسن۔ مسز فلورنس! کیا تم سمجھتی ہو کہ مین اپنا وعدہ پورا نہ کرسکونگا؟

مسز فلورنس، کون سا وعدہ؟

جیکسن۔ یہی کہ اگر تمہارے ساتھ شادی نہ ہوسکی تو عمر بھر تمہاری یاد مین مجرد رہونگا۔

فلورنس، جیکسن! ایسی باتین نہ کرو، دنیا مین ایک سے ایک بڑھکر حسین ہین، تمھارے جیسے خوبصورت نوجوان کے لیے بیوی اور حسب خواہش بیوی ملنا کوئی مشکل نہین!

جیکسن۔ لاکھ دنیا مین حسین ہون مگر تم سا بھی کوئی ہوگا؟

مسز فلورنس، جیکسن! میرے حسن کی حد سے زیادہ تعریف نہ کرو!!

جیکسن، مین معافی چاہتا ہون، دراصل اب تمھارے حسن کی تعریف کا حق سوائے فلورنس کے کسی دوسرے شخص کو نہین رہا،

مسز فلورنس، تم تو پیارے جیکسن خفا ہوگئے، میری مراد یہ نہ تھی کہ تم کو میری تعریف کا حق ہی نہین رہا، مین تمھاری دوستی پر فخر رکھتی ہون، مگر تم میری ایسی تعریف کرتے ہو، جو حد سے زیادہ ہے،

جیکسن، پیاری مسز فلورنس یہ تمھاری کسر نفسی ہے مین سچ کہہ رہا ہون کہ تم حسن و خوبی مین یکتا ہو اور تمھارے حسن کو کوئی مجھسے پوچھے۔

لیلیٰ را بچشم مجنون باید دید

سامنے سے دو معزز لیڈیان ایک جنٹلمین کو بیچ مین لیے آتے دیکھکر

مسٹر فلورنس جیکسن سے رخصت ہو کر ان سے جا ملی، جیکسن جو یہاں سے چلا تو بائین طرف
سے ایک چینی اور ایک برہمی جنٹلمین آ رہے تھے، یہ دونون جیکسن کے شناسا تھے،
علیک سلیک کے بعد وہ ان سے بات چیت کرنے لگا، تینون ٹہلتے اور باتین
کرتے دوسری جانب نکل گئے، جہان ایک خالی بینچ پر یہ لوگ بیٹھ گئے، اتنے
مین سامنے سے مسٹر فلورنس ایک مسلمان مہمان سے نہایت خلق سے باتین کرتا
نظر آیا، پہلے سے بیٹھے ہوے تینون صاحبون کے پاس ہی یہ دونون آکر بیٹھ گئے، جیکسن
اور فلورنس کے لباس کی تشریح کی ضرورت نہین کیونکہ یورپینز کا لباس ایسی دعوتون
مین عموماً ایک ہی قسم کا ہوتا ہی (جیسے عام طور پر سب جانتے ہین) برہمی صاحب کا لباس
وہی پرانے فیشن کا ہی، چودہ گز کی ریشمی گلابی رنگ کی لنگی تہ بند کی طرح بندھی ہوئی
جسکے اوپر ایک سیاہ بانات کی انجی (چھوٹا کوٹ) سر پر لمبے بال گوندھے ہوے ایک
طرف لپٹے ہین، ایک رنگین ریشمی رومال اوپر سے سارے سر پر بندھا ہے، ان صاحب
کی عمر اسوقت چالیس کے قریب نظر آتی ہے، چینی جنٹلمین ابھی جوان ہین، کھلی جائے تبر تلون
کے اوپر برہمی انجی ہمرنگ ہونے کے سبب سے کچھ بُری نہین معلوم ہوتی، البتہ سر کے
بالون کی چوٹی اسقدر لانبی ہی کہ مجبوراً اسکا سر بغل کے نیچے سے لاکر انجی کی بائین جیب مین
رکھلیا گیا ہے، برہمی اور چینی دونون حضرات کے چہرے داڑھی، مونچھ سے اول تو
قدرتی صاف ہین، اگر کہین ایک آدھ بال تھا بھی، تو وہ موچنے سے صاف کردیا گیا
ہی، مسلمان صاحب ایک بوڑھے آدمی ہین داڑھی برف سی سفید ہی، اگر بھری
ہوتی تو زیادہ بھلی معلوم ہوتی، تاہم چندان غیر موزون نہین، آپ شرعی سفید
پاجامہ کے اوپر سفید تُسری اچکن زیب تن کیئے ہین، منڈے سر پر پگڑی نما ٹوپی ہی

(جو دور سے عمامہ کی طرح نظر آتی ہے) اتنے مین پانچون صاحبون کے سامنے والے
بنچ پر ایک مدراسی سیاہ فام جنٹلمین کوٹ پتلون پہنے سر پر مدراسی وضع کی پگڑی
باندھے معہ ایک بنگالی حضرت کے (جسکے بائین ہاتھ مین اپنی لمبی دھوتی کا ایک
حصہ ہے) آن بیٹھے یہ ساتون اشخاص بے تکلف باتون مین مشغول ہین، بیفکری کی
اوہر ادہر کی گپین اڑا رہے ہین، مختلف لباسون اور طبیعتون کے لوگ آپس مین سطح
نظر آرہی ہین گویا سب ایک قوم مین داہنی طرف سے سر جارج جانسٹن معہ ایک نوجوان رئیس
زادے کے خراماں خراماں آرہے ہین یہ نوجوان اگرچہ مسلمان ہے، مگر وضع اور طرز
لباس بالکل انگریزی ہے، چنانچہ ہیٹ کے استعمال کی وجہ سے اسوقت سر اسکا کھلا
ہوا ہے جسپر البرٹ فیشن کے بال خوشنما معلوم ہوتے ہین، اب اسجگہ نو صاحبون کا مجمع ہوگیا
پہلے سے بیٹھے ہوے اصحاب سر جارج کی تعظیم کے لیے کھڑے ہوگئے، سر جارج نے
ہر ایک سے تھوڑی تھوڑی دیر اخلاق سے گفتگو کی، اور چاہا کہ اسجگہ ان مختلف الاقسام
مہمانون کا فوٹو لیا جائے معًا سر جارج کے اشارہ سے نوکر ایک فوٹوگرافر کو بلالایا (جو اسوقت
تک کئی فوٹو مہمانون کے لے چکا تھا) جیکسن، فلورنس، مسلمان نوجوان، چینی جنٹلمین،
پیچھے کھڑے ہوگئے باقی حضرات سامنے کرسیون پر بیٹھ گئے، فوٹو لے چکنے کے بعد سر جارج
کے حکم سے نوکر اسی جگہ بادام کی آئس کریم لے آئے جسے سب نے مزے سے کھایا
بعد ختم دعوت یادگار کے طور پر فوٹو ایک خوشنما فریم مین سر جارج نے اپنے ڈرائینگ روم
مین سجایا،

یہہ گارڈن پارٹی بڑے تکلف کے ساتھ نہایت لطف سے پوری ہوئی اس اہتمام
سے مختلف اقوام کے افراد کا مجمع رنگون مین نہین دیکھا گیا -

اس موقعہ پر سر جارج نے چاہا تھا کہ انکا داماد آیندہ انھین کے محل مین رہاکرے مگر انکی بیٹی اور داماد دونون نے یہ منظور نہ کیا، اور علیحدہ ایک کوٹھی مین سکونت اختیار کی، اگرچہ راتدن محل مین آنا جانا رہتا ہی۔

چوبیسوان باب
خود کشی

حسرت اُس عاشق مہجور کی جانبازی خود کشی کرکے جو مر جاے غم جانان مین

رنگون کے سنٹرل جیل مین جب سے رنگون مین پلیگ کا دور دورہ ہوا ہے ایک حصہ علٰحدہ کرکے اسکا نام سیگریگیشن رکھا گیا، جو قیدی آتے ہین، خواہ وہ سول ہون یا کرمنل چند روز تک اس حصہ مین ٹھہرا کر پھر باضابطہ جیل مین داخل کیئے جاتے ہین، آج اس سیگریگیشن مین ہم مسٹر چونی پرشاد کو دیکھ رہے ہین جو سول جج کے حکم سے ابھی چند روز ہوے بحیثیت ایک دیوانی قیدی کے اس جگہ داخل ہوا ہے، داخلہ کے دوسرے دن چونی پرشاد نے سپرنٹنڈنٹ جیل کی معرفت دائرکٹر جنرل کی خدمت مین ایک عرضی اس مضمون کی دی، کہ مین ناگہانی طور پر ایک سول مقدمہ مین قید کر لیا گیا چھ ماہ کی رخصت بلاتنخواہ عطا کی جاے اس عرضی کا جواب چھٹے روز مندرجہ ذیل ملا،

مسٹر چونی پرشاد

معرفت سپرنٹنڈنٹ رنگون سنٹرل جیل

بجواب تمھاری عرضی محررہ .... برلے رخصت چھ ماہ تم کو اطلاع

دیجاتی ہے کہ کیون نہ فی الحال تمکو معطل کیا جاے، تاکہ اگر تم حاضری کے وقت طمینان بخش جواب نہ دیسکو تو تمکو برخاست کیا جاے،

دستخط ڈائرکٹر جنرل

اس خط سے اگرچہ جیل مین چونی پرشاد کو فکر تو ہوئی، مگر اس خیال سے کہ مین واپسی پر تسلی بخش جواب دیدونگا، چندان پریشان نہ ہوا، نیز یہ بھی خیال تھا کہ اسکا قرضہ اسکی چھ ماہ کی تنخواہ سے کم ہے،

جیل مین چونی پرشاد کو ہر وقت سانولا کا خیال دامنگیر تھا، جو رنگون مین بالکل اجنبی کی حیثیت رکھتی تھی، اور جسکا کوئی والی وارث رنگون مین نہ تھا بلکہ جسکے پاس ضروری اخراجات کے لیے رقم بھی نہ تھی، چونی پرشاد چونکہ تعلیم یافتہ اور مہذب آدمی تھا اسلیے سیگریگیشن کا انچارج خواہ کوئی جیلر رہتا کبھی کبھی اس سے گفتگو کرکے اپنا دل ضرور بہلاتا، چنانچہ ایک دن ایک جیلر سے اس طرح اسکی گفتگو ہوئی۔

جیلر، چونی پرشاد! اگر تم جیل مین اس طرح مغموم رہوگے تو تمہارا وزن کم ہوجائیگا اور ذمہ داری ہمپر عائد ہوگی،

چونی پرشاد، جناب! جیل مین آکر کون خوش رہ سکتا ہے؟

جیلر، کیا تمھین یہان کسی قسم کی تکلیف ہے؟

چونی پرشاد، آپکی مہربانی سے یہان آرام سے دن کاٹ رہا ہون، مگر خانگی تفکرات سے دل بیچین ہے۔

جیلر، تم اطمینان رکھو، تمھاری رخصت نامنظور ہونا اور معطل رہنا، تمھارے حق مین بھی بہتر ہی ہوگا۔

چونی پرشاد، نہین جناب! مجھے اسکی فکر نہین، مین جانتا ہون کہ واپسی
پر جب مین ڈائرکٹر جنرل کا اطمینان کر دونگا، تو مجھے معطلی کے دنون کا الاونس
(چوتھائی تنخواہ) بھی ملیگا۔ میرے خانگی معاملات کچھ ایسے ہین، کہ رات دن اسی
دھن مین متفکر رہتا ہون۔

جیلر۔ خانگی معاملات کو تم خود اچھی طرح سے سمجھ سکتے ہو، مین امید کرتا ہون چونی
تمکو چھ ماہ یہان رہنا نہ ہوگا۔

چونی پرشاد، آپ کیونکر ایسا سمجھتے ہین؟

جیلر، یہان سیکڑون سول قیدی آتے ہین، مہاجن لوگونکو صرف اس خیال سے
بند کراتے ہین، کہ اس ذریعہ سے روپیہ وصول ہو جائیگا جب وہ دیکھتے ہین کہ روپیہ
وصول نہین ہوتا، تو بعض ایک دو ماہ انتظار کرکے آیندہ خرچہ داخل نہین کرتے
اسطرح سے ہر پہلی تاریخ کو چالیس پچاس آدمی چھوٹ جاتے ہین۔

چونی پرشاد، لیکن جناب! میرا تو معاملہ ہی اور ہے، مجھے رہائی کی امید نہین!

جیلر، اگر مین غلطی نہین کرتا، تو تم کو کسی پادری نے قید کرایا ہے۔

چونی پرشاد، جی ہان پادری نیگہین صاحب نے۔

جیلر، پادری تو بڑے رحمدل ہوتے ہین، غالباً پادری صاحب آیندہ ماہ کا خرچہ
تمھارے لیے داخل نہ کرین گے،

چونی پرشاد، میرے حق مین تو پادری صاحب سنگدل ثابت ہو رہے ہین اور
میری جائز درخواست کو بھی اُس نے مسترد کر دیا،

جیلر، ایک مذہبی پیشوا کا ایسا کرنا تعجبات سے ہے۔

بعد سانولا والا واقعہ پیش آیا، اور پادری نے اس رسید سے فائدہ اُٹھا کر مجھے قید کرا دیا۔

جیلر۔ لیکن جب کہ تم ایک سرکاری معزز عہدہ دار تھے، تو جج نے پادری کو مجبور نہ نہ کیا کہ وہ تمھین قید نہ کرلے بلکہ تمھاری نصف تنخواہ قرق کرلے۔

چونی پرشاد، جج نے اس معاملہ مین دخل دینا مناسب نہ سمجھا۔

جیلر، یہ تو سراسر ناانصافی ہے۔

چونی۔ حاکم کی مرضی۔

جیلر صاحب اپنا کام کرکے کرسی سے اُٹھ کھڑے ہوے، زور سے ایک انگڑائی لی ایک قیدی سے کاغذ سمیٹنے کو کہا، اور خود دوسری طرف چلتے بنے، چونی پرشاد جو اسوقت تک کھڑا کھڑا تھک گیا تھا، ایک آہ کھینچ کے ایک طرف دفتر کے فرش پر بے تکلف بیٹھ گیا، ابھی پانچ منٹ بھی نہ گذرے ہون گے، کہ سول وارڈ سے اسکا ایک ہم مذہب کھانا لیکر آیا، چونی پرشاد نے کیلا کا پتہ لیکر ایک طرف گھاس پر بچھایا، کھانا لانے والے شخص نے اُسپر چاول ڈالدیے اور اُس کے اوپر کچھ آلو اور شوربہ انڈیل دیا، غریب چونی پرشاد نے بھوک سے بچنے کے لیئے جسقدر ہو سکا اُسمین سے کھایا۔

پہلے جیلر کی جگہ اب دوسرا جیلر اسجگہ کام کرنے کے لیئے آگیا، اُسنے آتے ہی پہلے دو کرمنل قیدیون کو جو سامنے کھڑے تھے، منہ پر ایک ایک تھپڑ رسید کیا کیون کہ وہ ہاتھ جوڑے کھڑے نہ تھے، اسکے بعد وہ میز کے کاغذات کو اُلٹ پلٹ کرنے لگا کہ قیدیون کے داخلہ کا دروازہ کھلا، اور سول کورٹ کے ایک چپراسی کے ساتھ

جیلر: چونی پرشاد! تمنے دیکھا، کہ آج ایک چٹی بھی تمھارا ساتھی ہوکر جیل مین آیا ہے،

چونی پرشاد - جی ہان مین خود متعجب ہون، یہ لوگ اورون کو جیل مین بھیجتے تھے اب یہ بھی آنے لگے، مگر جو کچھ ہے، خود کردہ ہے۔

جیلر: اس سے تمھاری کیا مراد ہے۔

چونی پرشاد، جناب مین عرصے سے رنگون مین رہتا ہون، جب پہلے پہل آیا، تو یہ چٹی لوگ حسب عادت لنگوٹ باندھے ننگے پھرتے تھے، اور ہر ایک سے دب کر رہتے تھے، پھر آہستہ آہستہ انھین ہوش آنے لگے، کپڑا پہننا تو نہ سیکھا، لیکن اپنی اسامیون کے طفیل گاڑیون کی سواری سیکھ لی، اور اب یہان تک نوبت پہونچی کہ یہ لوگ شرابی اور زانی ہوگئے، آپ بخوبی سمجھ سکتے ہین کہ رنگون جیسی جگہ مین جسے زنا کی عادت ہوگئی اُسکا دین اور دنیا دونون برباد ہوگئے۔

جیلر، چٹیونکا زانی ہونا، ذرا محال نظر آتا ہے۔

حضور! اب تو ان لوگون کی حالت یہان تک پہونچ گئی ہے، کہ چار چار یا پانچ پانچ چٹی ملکر ایک بازاری عورت کو نوکر رکھ لیتے ہین اور تیس تیس چالیس چالیس روپیہ ماہوار ہر ایک [illegible] اسکو دیتا ہے، معاف کیجئے، بدتہذیبی ہوتی ہے، اور ہر ایک شخص اپنی باری پر [illegible] یہان جاتا ہے۔

جیلر (ہنسکر) ہائین! کیا اُنکو غیرت نہین آتی؟

چونی پرشاد، جناب یہ اچھی لوگ ہین، پیشہ کا کاروبار کرتے ہین۔ تو کیا ہوا؟ رنگون مین جو مدراسی اور کرانگی قلی رہتے ہین، ان کے ہان ملکی دستور ہے، ایک عورت

کے تین چار خاوند ہوتے ہین، اور سب ملکر ایک ہی گھر مین رہتے ہین، پھر اگر انھین کے بھائی چھوٹی ایسا کرتے ہین، تو کیا ہوا ان لوگون مین غیرت اور حمیت تو ہے ہی نہین۔

جیلر، لعنت ہو ایسی حالت پر۔

اب جیلر نے چونی پرشاد پر مہربانی کی نظر کی، اور اپنے قیدی اردلی سے پوچھا کہ کیا ابھی تک اسکا نمبر درست نہین ہوا، تاکہ اسے سول وارڈ مین بھیجدیا جائے، اور بیچارہ سگریگیشن کی تکلیف سے بچ جائے، اردلی نے جواب دیا غریب پرور سب کچھ طیار ہے، صرف آپ کے حکم کی دیر ہے، ارشاد ہو تو ابھی لیجا کے چھوڑ آؤن سپرنٹنڈنٹ جیلر صاحب کا حکم ہوا جاؤ چھوڑ آؤ، چنانچہ قیدی اردلی چونی پرشاد کو تین مقفل پھاٹکون سے ہوتا ہوا سول وارڈ مین لایا، اور وہان کے انچارج قیدی سنتری کے حوالہ کیا۔

اب چونی پرشاد ایک بنگلہ نما وسیع عمارت مین تھا، جس کے نیچے کی منزل مین گودام تھا، اور اوپر کے فراخ ہال مین سول قیدی رہتے ہین، کھانا پکانے کے لیے مناسب جگہ نیچے دی گئی ہے، اور ادھر کا ہوادار ورانڈہ ان لوگون کے آرام کے لیے کافی ہے، چونی پرشاد اس جگہ آکر نہایت ہی خوش ہوا، اور شکر کرنے لگا کہ آسایش کی جگہ مل گئی، اس جگہ ایک قیدی کے پاس سپرنٹنڈنٹ جیل کی اجازت سے روزانہ رنگون ٹائمز اخبار آتا تھا، اسکی اجازت لے کر اخبار پڑھنے لگا، جب پڑھتے پڑھتے لوکل کے کالم پر پہونچا، تو مندرجہ ذیل خبر پڑھکر متحیر ہو گیا۔

۲۴ تاریخ کی صبح کو ایک اٹھائیس سالہ مدراسی عورت کی لاش سول مین پل کے پاس

دریامین بہتی ہوئی ملی، جس نے غالبًا کسی خاص مصلحت سے دریامین ڈوب کر خودکشی کرلی تھی۔

پچیسوان باب

مع الخیر والیسی

بو اپنے چمن مین پھر کے آئی   روح اپنے بدن مین پھر کے آئی

جسطرح انسان کے ذاتی صفات مین حسن اور آواز ایسی چیزین ہین کہ سنگدل سے سنگدل بھی موم ہوجاے، اسیطرح اکتسابی صفات مین دولت اور حکومت کا مقابلہ کوئی چیز نہین کرسکتی، ایک عالم یا فلاسفر کی قدر خواہ پس مرگ پیغمبرون سے بھی زیادہ ہو، مگر زندگی مین عوام کی نگاہ مین اس کی کوئی عزت نہین ہوتی، بخلاف اسکے ایک جاہل سے جاہل اگر صاحب دولت یا صاحب حکومت ہے، تو وہ اس عالم یا فلاسفر سے زیادہ عزیز ہوگا، داناؤن نے حکومت کو دولت پر ترجیح دی ہے اور کہا ہے کہ

ذرۂ حکومت بہ از تودۂ دینار

مگر زیادہ تر غور کرنے والون نے دولت کو ستار العیوب اور قاضی الحاجات سے مخاطب کرکے اپنی عقل رسا کا ثبوت دیا ہے۔ ناظرین سر جارج جانسٹن کے حالات ملاحظہ فرما چکے ہین، اسکو دولت سے وہ عیش حاصل ہوا، جو حکومت سے بھی نہ ہوسکتا تھا، گورنر اسکے گھر مین مہمان ہونا، اپنا فخر سمجھتا ہے، کیون؟ اس لیے کہ امیر ہے، بڑے بڑے حکام مس جانسٹن سے شادی کے لیے پریشان تھے، کیون؟

اسلیے کہ حسن ظاہری کے ساتھ وہ ایک دولت مند باپ کی بیٹی تھی، مونگ پھوکن
کو حکومت سے اطمینان نہین اور دولت کے لیے ناجائز طریقہ اختیار کر رہا ہے مسٹر
ترکستانی باوجود حکومت رکھنے کے دولت کا محتاج ہی، نواب علی قلی خان زرپرست ہوکر
عموماً لوگون کو ستاتا ہے، وہ حکومت نہین رکھتا پھر کیا چیز اسکی پردہ پوشی کر رہی ہے
یہی دولت!!! نورو زجی کی خوش قسمتی یا اس کی چالاکی سے اگر اس کو بیچنے کا موقعہ
نہ ملتا، تو دولت کی کمی اسے ضرور خراب کرتی، بادری بیگمین اگر دولت مند نہوتا
تو اپنے حریف جونی پرشاد کو اس طرح قید خانہ نہ دکھا سکتا، یہ سچ ہے، کہ حکومت
سے انسان دولت مند ہو سکتا ہے، مگر اسیطرح یقینی طور پر دولت سے انسان
حکومت خرید سکتا ہے، جسکی بہت سی مثالین موجود ہین، اس سے یہ نہ سمجھا جاے
کہ مین حکومت کو حقارت کی نگاہ سے دیکھتا ہون، دراصل حکومت اور دولت
مین برابر کی چوٹ ہے، یہ حکومت ہی کا اثر ہے کہ جونی پرشاد سا آدمی ایک معمولی
اسسٹنٹ جیلر کے سامنے گھٹنون حضور حضور پکارتا اور مودب کھڑا رہتا ہے
حکومت ہی کا ذریعہ ہے کہ مونگ پھوٹے باوجود سب کام کرنے کے مونگ
پھوکن کو برابر کا حصہ دیتا ہے، حکومت ہی کا نتیجہ ہے، کہ مسٹر ترکستانی جس جگہ
جاتا ہے، اوسکی عزت کی جاتی ہے، درحقیقت یہ فیصلہ کرنا کہ دولت اور حکومت
مین کسے فضیلت حاصل ہے؟ سخت مشکل ہے، دونون کو جو عزت حاصل ہے،
وہ کسی چیز کو نہین، دنیا تب تک عزت نہین کرتی، جب تک دولت یا حکومت کا
حصہ نظر آے، ایک نوجوان ولایت سے بیرسٹری پاس کرکے آتا ہے، آتے ہی
عام طور پر اوسکی عزت کی جاتی ہے، کیون؟ اسلیے، کہ وہ دولت حاصل کرے گا،

اور جو واقعہ انہین دوسرون سے سُن کر اس بوڑھے شریف آدمی کی طرف مسرت کی نگاہ سے دیکھتے ہین، چنانچہ جب مسٹر فلورنس کو یہ معلوم ہوا تو خود بڑھکر دوست محمد کی طرف آیا اور اسطرح مخاطب ہوا

فلورنس، مسٹر دوست محمد! آپ کے استقلال اور ہمت کی تعریف کرنے کے بعد آپکو اس کامیابی پر مبارکباد دیتا ہون، اب وقت آیا ہے، کہ آپ اپنے بیٹے کو حکومت کی کرسی پر دیکھکر خوش ہون،

دوست محمد (بذریعہ ترجمان کے) جناب یہ جو کچھ ہوا، آپ ہی لوگون کی مہربانی سے ہوا ہے، ورنہ مین کون ہون اور میری حقیقت کیا ہے اگر میرے دوست احباب اس معاملہ مین مجھے امداد نہ دیتے، تو مجھسے کچھ نہ ہو سکتا۔

فلورنس، مین امید کرتا ہون، کہ خداوند کریم آپکی عمر دراز کرے گا، اور ایک عرصہ تک سلیم کو خوش دیکھکر مسرت حاصل کرنے کا موقعہ دے گا۔

دوست محمد، حضور! اب میری تمام خواہشین پوری ہوگئین، صرف یہی ایک تمنا ہے، کہ سلیم کو خوش دیکھکر ایمان کے ساتھ دنیا سے رخصت ہو جاؤن۔

مسٹر فلورنس یہان سے رخصت ہو کر ہنگ ہیڈکن کے ساتھ باتون مین مشغول ہوے، اور پھر ایک معمر مسلمان جسے ہم سر جارج جانسٹن کے ہان گذشتہ باب مین دیکھ چکے ہین، دوست محمد کے قریب آیا، اور یون گویا ہوا۔

بھائی دوست محمد! ہم لوگون کی عمرین پوری ہو چکین، جو کچھ دنیا کے معاملات ہین، مین چاہتا ہون کہ روز بروز اب انکو کم کرتا جاؤن، تم بڑے خوش نصیب ہو کہ حج بیت اللہ سے بھی فراغت پا چکے، میرے پاس خدا کا دیا ہوا سب کچھ موجود ہے

لیکن سلمنے کے ہیٹ بکس سے ظاہر ہوتا ہے کہ ہیٹ کے استعمال کی بھی عادت ہو
اب لانچ بالکل جٹی کے قریب آگیا آہستہ سے ایک جھٹکا محسوس ہوا ، اور خلاصیون
نے لانچ کو جٹی کے ساتھ مضبوط رسیون سے باندھ دیا پہلے کچھ یورپین لیڈیان اُتریں
جنکے دوست آشناؤن نے انھین ہاتھون ہاتھ لیا اُن کے پیچھے مسٹر سلیم اپنی معمولی
چال سے اُترا ، اور سعادت مند بیٹا سیدھا اپنے بوڑھے باپ کے پاس پہونچا جھک کر ہاتھ
کو بوسہ دیا ، باپ نے فرط محبت سے گلے لگایا ، اور دونون باپ بیٹون کی آنکھون سے
خوشی کے آنسو نکلے ، اسکے بعد سلیم اورون سے بخندہ پیشانی ملا ، اس مجمع مین بہت
سے ایسے اشخاص بھی تھے جن سے سلیم بالکل واقف نہ تھا ، مگر وہ ہر ایک سے اسطرح
ملا کہ گویا پُرانا دوست ہو ، تقریباً نصف گھنٹہ تک یہ مجلس رہی ، اور سب لوگ جٹی
سے باہر آئے ، سلیم اپنے والد اور بھائی کے ساتھ ایک گاڑی مین سوار ہو کر گھر کی
طرف روانہ ہوا ، اور ان کے بعد یکے بعد دیگرے سب حاضرین اپنے گھرون کو
رخصت ہوئے ✤

تمام شد

قاسم و زہرہ

لکھنؤ کے مسلم الثبوت اور قادر الکلام سخنور منشی احمد علی صاحب شوق قدوائی اس ڈرامے کے مصنف ہیں، آپکی متعدد تالیفات شونو کی شکل میں پبلک سے خلعت قبول حاصل کر چکی ہیں۔

آپکی تمام تالیفات میں ستھرے خیالات اور نفاست مذاق کی جھلک نظر آتی ہے، اسی وجہ سے مشرقی تحقیقات کے نکتہ طرازوں نے آپکو "فلسفی شاعر" کے پُر فخر لقب سے یاد کیا ہے۔

یہ ڈراما آپکی سلک تصنیفات کا وہ بے بہا گوہر ہے جو جنوری سنہ ۱۹۱۱ع کے زمانہ میں بہترین تصنیف کے تمغہ سے مزین ہو چکا ہے۔

شروع سے آخر تک زبان شستہ، خیالات پاکیزہ، طرز ادا انتہا کا دلاویز، شوخی اور بانکپن کوٹ کوٹ بھرے ہوے، فقرے چست، لطیفے برجستہ، با اینہمہ دلکش حکیمانہ مذاق سے خالی نہیں، معاشرت کے سین مطابق فطرت دکھلاتے ہیں نیچرل کیفیات و جذبات میں سراپا یہ ڈراما ڈوبا ہوا ہے، جامعیت کے لحاظ سے اردو زبان میں یہ پہلا ڈراما ہے جو اپنا نظیر نہیں رکھتا۔ خوش قسمتی سے الناظر بک ایجنسی کو اس بے نظیر تصنیف کے شایع کرنیکا موقع حاصل ہو گیا ہے۔

قیمت { قسم اول .... بارہ آنے
قسم دوم .... آٹھ آنے }

المشتہر

منیجر الناظر بک ایجنسی امین آباد لکھنؤ